ماہنامہ محدث بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۳۵
جلد: ۲۹ ، شمارہ: ۱۱

ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ

نومبر ۲۰۱۱ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپے

مراسلت کا پتہ
دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مدیر	۴
۴-عید میلاد النبی ﷺ	مولانا عبدالمعین سلفی	۶
۵-اسلامی تجارت کے آداب واحکام	عبدالاحد احسن جمیل	۱۱
۶-سلام: اہمیت وفوائد	سعید الرحمٰن عبدالمجید	۱۵
۷-عباد الرحمٰن کی شناخت واوصاف	عبدالواحد محمد لقمان سلفی	۱۸
۸-دینی مدارس کے فارغین اور......	حماد عبدالغفار	۲۳
۹-شموگہ میں دعوتی سرگرمیوں کا......	راشد حسن فضل حق مبارکپوری	۲۷
۱۰-اردو صحافت اور اخلاقیات	رفیع احمد سلفی	۳۲
۱۱-محبت رسول ﷺ کی چند علامتیں	محمد حامد محمد شفیع	۳۶
۱۲-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۱
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۳
۱۴-الفت رسول کی	نسیم بنارسی رحمہ اللہ	۴۴
۱۵-باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۵

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

اوررسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بیشک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا (سورہ فرقان:۳۰)

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ (سورہ فصلت:۲۶)
اوران لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہا کہ اس قرآن کومت سنواوراس میں لغوبات کروتا کہ تم غالب رہو۔

قرآن مجید آسمانی کتاب اوراللہ رب العالمین کا کلام ہے جومحمد ﷺ پر۲۳ سالہ دورنبوت میں نازل کیا گیا، آپ ﷺ اس کے نزول کے وقت اس کی تلاوت کرتے اورلوگوں کواللہ کے فرمان کو پہنچاتے، آپ امی یعنی اَن پڑھ تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، عرب کے لوگ اپنی زبان کی فصاحت وبلاغت پرناز کرتے مگراس قرآن مجید کی آیات کے اثر اوراس کی فصاحت وبلاغت کے آگے عاجز آچکے تھے، چونکہ وہ محمد ﷺ کی نبوت کے منکر تھے اس لیے اس فصیح وبلیغ کلام کی اثر انگریزی سے پریشان تھے، وہ دیکھ رہے تھے کہ جو کوئی آپ ﷺ کی زبان سے اس کوسنتا ہے متاثر ہوئے بنا نہیں رہتا۔ اس لیے انہوں نے یہ طے کیا کہ اس کوسنا ہی نہ جائے اورنہ پڑھنے دیا جائے، اگر آپ ﷺ تلاوت کریں تو شوروہنگامہ مچاؤ تاکہ آپ کی آواز سنی نہ جاسکے۔ وہ لوگوں کے اندرشکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے طرح طرح کی لغوباتیں کرتے، آپ کوشاعروکاہن کہا گیا اور یہ بھی الزام لگایا کہ آپ یہ قرآن کسی سے سیکھ کرپڑھ رہے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالی نے ان کے الزامات کی بلیغ انداز میں تردید کی اوران کوچیلنج دیا کہ ایک سورہ یا تین آیات بلکہ ایک ہی آیت اس پیمانہ کی پیش کرواور یہ اعلان کردیا کہ پوری انسانیت مل کربھی قرآن جیسا کلام پیش نہیں کرسکتی۔

جس طرح قرآن مجید کے نزول کے وقت اس کے خلاف باتیں کی گئیں اسی طرح آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، غیرمسلم جانتے ہیں کہ اس قرآن مجید کا مسلمانوں کے ایمان وعمل سے کیا تعلق ہے اور یہ کہ اس قرآنی معجزہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کوپسپا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے اس کی تعلیم پرقدغن لگانا شروع کردیا، اوران مدارس کوبدنام کرکے ان کے لیے چندہ اکٹھا کرنے اور چندہ دینے والوں کوڈرایا دھمکایا جانے لگا۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جوکفر کرتے ہیں، قرآن کواللہ کا کلام تسلیم کرنے سے سرکشی کرتے ہیں، اس کے لیے اس قدرمستعداور لگے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جواس پرایمان رکھتے ہیں اوراپنے کومسلمان کہتے ہیں مگرقرآن کی تعلیمات سے غافل اور دینی کاموں سے بے پرواہ ہیں، وہ اپنی اولادکواس کی تعلیم کے لیے نہیں بھیجتے اورقرآن مجید کوصرف ثواب اوربرکت کے لیے استعمال کرتے ہیں، قرآن تو یہ کہتا ہے: ﴿إن هذا القرآن يهدي للتي هي أقوم﴾ (سورہ بنی اسرائیل:۹) یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جوسب سے زیادہ سیدھا ہے، اوران مومنین کوجونیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

بروز قیامت اللہ تعالی سب کے ساتھ انصاف کرے گا، اس دن بہت سے مسلمان جومصیبت میں پھنسے ہوں گے اوران کے سامنے جہنم ہوگی ان کی حالت زار دیکھ کرنبی کریم ﷺ اللہ سے عرض کریں گے کہ اے میرے پروردگار بیشک میری امت نے اس قرآن کوچھوڑ دیا تھا۔

اللہ تعالی ہم سب کوقرآن سمجھنے اوراس پرعمل کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔ ☆☆☆

درس حدیث

رسول اور آل بیت رسول ﷺ سے محبت کا تقاضہ

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ. (صحیح البخاری ۱۳۳/۳، صحیح مسلم ح:۱۰۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے اپنے رخسار کو پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلانہ نعرے لگائے۔

محرم الحرام، ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے اور حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے، اس ماہ سے کئی عظیم تاریخی یادیں وابستہ ہیں، سرزمین کربلا میں شہادت حسین کا المناک حادثہ بھی اسی ماہ میں پیش آیا جو دور یزید میں پیش آنے والے المناک واقعات میں سے ایک تھا، اس واقعہ پر امت مسلمہ کا ملا جلا ردعمل سامنے آیا، حب اہل بیت کے تناظر میں اس واقعہ کی توجیہ، تعلیل اور نتائج بیان کئے گئے اور دیکھنے والوں نے اسے سیاست اور اقتدار کی کشمکش کے تناظر میں بھی دیکھا، اہل حق نے اسے مظلومانہ واقعہ قرار دیا اور نواسہ رسول کی شہادت کو ان کے لیے رفع درجات کا باعث قرار دیا اور پورے آل بیت نبوت کے ساتھ محبت، ہمدردی اور تعزیت جتلائی مگر تماشہ دیکھئے کہ اس مقتل کو سجا کر نواسہ رسول کو اس انجام تک پہنچنے والے اہل عراق نے سب سے زیادہ غم و ماتم کا مظاہرہ کیا اور حب حسین کا خول چڑھا کر خود ہی قصاص وانتقام کے سب سے بڑے دعویدار بن بیٹھے اور اس حادثہ کو سیاسی مقاصد اور امت کے درمیان افتراق پیدا کرنے کا ذریعہ بنا لیا اور بھولی بھالی امت اس سازش کی شکار بھی ہوگئی پھر اس فاصلہ کو قائم رکھنے کے لیے اس واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کی ترکیبیں نکالی گئیں اور وہ حربے بھی کارگر ہوگئے، اس کی اثر انگیزی کا اندازہ ماہ محرم کی آمد سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔

اس ماہ میں حب آل بیت کے نام پر وہ کام بھی باعث اجر وثواب سمجھے جاتے ہیں جو اسلام میں سراسر حرام ہیں، افسوس ہمارے ان بھائیوں پر ہے جو اہل سنت والجماعت کے دعویدار ہونے کے باوجود دوسروں کے فریب میں آکر اپنے عقیدہ ومنہج کے خلاف عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی صریح خلاف ورزی کے مرتکب قرار پاتے ہیں، رنج وغم کا اظہار ایک فطری امر ہے، آنکھوں کا اشکبار ہونا، دل کا رنجیدہ ہونا، طبیعت کا پرملال ہونا مگر نالۂ وشئون سے، چہروں اور سینوں کو پیٹ کر، گریبان چاک کرکے، جسم کو لہولہان کرکے، زبان سے قدر الٰہی کے خلاف باتیں نکال کر اس امت کے افاضل جن کے ذریعہ سے اللہ کا یہ دین ہم تک پہنچا ان کو سب وشتم کا نشانہ بنا کر اظہار غم کرنا یہ کسی سچے محبّ رسول ومحبّ آل بیت رسول کا عمل ہرگز نہیں ہوسکتا، چہرہ انسانی جسم کا سب سے اشرف حصہ ہے، تعلیم وتربیت کے افضل ترین عمل میں بھی بطور تادیب اس پر مارنے سے منع کیا گیا ہے، بلاوجہ اسے پیٹنا غم کے اظہار کے لیے گریبان چاک کرنا، زبان سے جاہلیت، اہل جاہلیت کی باتیں نکالنا ''یاویلاہ''، ''یاثبوراہ'' ہائے ہلاکت جیسے الفاظ سے خود اپنے لیے بددعا اور اپنے اوپر لعنت بھیجنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

اس روئے زمین پر بسنے والے سب سے اشرف انسان رخصت ہوکر رفیق اعلیٰ تشریف لے گئے، کیا آپ نے سب سے زیادہ محبت کرنے والے نفوس قدسیہ نے غم کے اظہار کا یہ طریقہ اختیار کیا، خلفائے راشدین بھی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، کیا ان کے گھر والوں اور صحابہ وتابعین کا کردار ہمارے لیے نمونہ عمل نہیں ہے؟ کیا ہم ایمان ویقین، محبت وعقیدت میں ان سے بڑھ کر ہوسکتے ہیں؟ حرمت کے اس مہینہ میں درج بالا حدیث میں مذکور تعلیمات نبویہ کا احترام کیا جائے، ان کی خلاف ورزی کسی بھی نام پر اور کسی مقصد کو لے کر نہ کی جائے اور خود اپنے نفسوں کا بھی احترام کیا جائے، اور اسے نوحہ وماتم کے نام پر اذیت اور تعذیب نہ دی جائے، یہی اسلام کا حکم ہے اور یہی حب رسول اور حب آل بیت رسول کا تقاضہ ہے۔ ☆☆

افتتاحیہ

حج بیت اللہ کا آفتاب اور بدعات کی سیاہ بدلیاں

کرۂ ارض پر بسنے والی دنیا کی ساری قابل ذکر اقوام سے لاکھوں اصحاب ایمان ارض مقدس مکہ مکرمہ کا سفر کر کے بیت اللہ الحرام کا حج کرنا اپنی زندگی کے سب سے قیمتی ایام واعمال سمجھتے ہیں، اور اس کی خوشگوار اور ایمان پرور یادوں کو تاحیات باقی رکھتے ہیں، توحید یعنی ایک اللہ کی بندگی کا لازوال سرمدی درس لے کر، اخوت اور عالمی بھائی چارہ کے اسلامی رنگ میں ڈوب کر، امن وسلامتی کے اسلامی منشور کے ہر ایک بند کی عملی مشق سے آراستہ ہو کر حجاج کرام کچھ بحری جہازوں کچھ طیاروں کے ذریعہ اپنے اپنے وطن لوٹ رہے ہیں، سارے عالم میں ایک عجب سرور وانبساط اور ایک پر کیف بیداری اور زندگی ہے جسے ایک جملہ میں ''توحید کی بیداری'' کہہ سکتے ہیں، یہ باد بہاری ہر سال چلتی ہے اور ہزاروں سال سے چل رہی ہے، خزاں کے بگولے اس کا رخ موڑنے کی تدبیریں کرتے ہیں لیکن ناکام ونامراد ہوتے ہیں اور آئندہ ناکام ہوتے رہیں گے۔

کچھ حجاج اپنے وطن پہنچ کر ابھی سامان سفر کھول رہے ہوں گے اور بہت سے ابھی راہ ہی میں ہیں، ۱۳/ ذی الحجہ منی کا آخری دن تو ابھی گذرا ہے، ہمارے رسول بھی منی کا آخری دن گذار کر سوئے طیبہ چلے تھے، مدینہ سے کچھ فاصلہ پر جحفہ کے قریب خم نام کے ایک شخص کے تالاب پر جسے ''غدیر خم'' کہا جاتا ہے ۱۸/ ذی الحجہ کو پڑاؤ فرمایا تھا، یہاں آپ نے ایک خطبہ بھی دیا تھا جس میں آپ نے اپنے اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو تذکیر کی تھی، بس کیا چاہئے اہل بیت سے محبت کا ڈھول پیٹنے والے ایک طبقہ نے ۱۸/ ذی الحجہ کو 'عید غدیر'' کی بدعت ایجاد کرنے کی جرأت کر ڈالی، جسے وہ عید الاضحیٰ سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں، ذرا اندازہ لگائیے زیارت بیت اللہ کا آفتاب ابھی سارے عالم میں ضیاباریاں کر رہا ہے، منی کی لاکھوں لاکھ قربانیاں اور آفاقیوں کی سارے عالم میں عید الاضحیٰ کی بہاریں ابھی شباب پر ہیں اور اسی دوران بزعم خویش اس سے بڑھ کر عید کی ایجاد کر ڈالی گئی، غور فرمائیے عید الاضحیٰ اور حج بیت اللہ کے ذریعہ اسلام دنیا کو کیا پیغام دے رہا ہے اور اسی دوران ''عید غدیر'' ایجاد کرنے اور منانے والے دنیا کو کیا پیغام دے رہے ہیں، من چہ می سرایم وطنبورہ من چہ می سراید''، اسلام تو اپنی عالمی تعلیمات حج وعید قرباں سے نغمۂ توحید گا رہا ہے، لیکن ہمارا یہ ستار یعنی اہل بیت سے محبت کا ڈھول پیٹنے والے عید غدیر کو عید الاضحیٰ سے بڑھ کر مان کر نبی ﷺ کے بعد اہل بیت کے حکومت وسیادت کا اصلی حق دار ہونے کا راگ الاپ رہے ہیں، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود نبی ﷺ کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو امت محمدیہ میں سب سے بہتر قرار دے رہے ہیں اور تمام صحابہ اور تابعین کا خلافت میں ان دونوں کی تقدیم پر اجماع ہے، اور حضرت عثمان غنی کو تیسرے درجہ میں اور حضرت علی کو چوتھے درجہ میں رکھتے ہیں، درحقیقت ان لوگوں کی اس عید کا ڈھول ڈھمکا محض ڈھول کا پول ہے، اور اسلام اور امت اسلامیہ میں تفریق کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ نیز زیارت بیت اللہ کے آفتاب کی عالمی ضیاباریوں پر بدعات کی سیاہ بدلیاں پھیلانے کی

سعی نامسعود ہے۔

آگے بڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ ''عید غدیر'' محض تمہید ہے، ذی الحجہ کے ایام گذرتے ہی اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ محرم عالم اسلام کو بالخصوص اور عالم انسانیت کو بالعموم اس طبقہ کے ہاتھوں غم والم کی دھند اور مایوسی کی بند گلی میں قید کر دیتا ہے، جبکہ ذی الحجہ ماہ حج بیت اللہ سے لگے ہوئے اس پہلے اسلامی محترم مہینہ کو حج اور عیدالاضحیٰ کی برکات سے توحید کا موسم بہار ہونا چاہئے۔

اسلامی سال کا یہی پہلا محترم مہینہ محرم ہے جس میں ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کے جاں نثار صحابہ کو، جن کو ہمارے رسول نے خود اپنی زبان اطہر سے علی الاطلاق سب سے بہتر قرار دیا ہے، بے پناہ گالیاں دی جاتی ہیں، انہیں مرتد اور کافر کہا جاتا ہے، جن کے مبارک کاندھوں پر رسول کی ساری حدیثوں اور سارے دین کی امانت کا بار ہے، اگر وہی کافر ٹھہرے تو پھر حدیثوں اور دین اسلام کا کیا درجہ اور خود رسول کا کیا درجہ رہ گیا جس کے ساتھی کافر و مرتد ہوں۔

اسلامی سال کا یہی پہلا محترم مہینہ ہے جس میں تعزیے نکالے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سارے اعمال انجام دیئے جاتے ہیں جو بت پرست بتوں کے ساتھ انجام دیتے ہیں، ان اعمال میں کتنے ایسے ہیں جو شرک اکبر ہیں جن کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، ہماری نوعمری میں یہ تعزیے ہنود بھی نکالا کرتے تھے، یہ "الناس علی دین ملوکھم" کے تحت مسلم بادشاہوں اور نوابوں کی تہذیب وثقافت کے اثرات تھے، اب دور جمہوریت میں ہنود نے تعزیے بالکل چھوڑ دیئے اور اپنے معبودوں کی پوجاپاٹ میں لگ گئے، ہمیں تعجب ہے ''سنی'' کہلانے والے مسلمانوں پر، کتنی پختہ ہے ان کی سنیت کہ ان سے تعزیہ نہیں چھوٹ رہا ہے، یہ عموماً مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدت مند ہیں، مولانا بریلوی نے تعزیہ داری پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے اور محرم کے رسوم وجلوس کو جاہلانہ اور فاسقانہ میلا بتایا اور تعزیہ داری کو بدعت ناجائز اور حرام قرار دیا ہے اور تعزیہ کو دیکھنے تک سے روکا ہے، ایسے میں فرض شناس سنی علماء کا یہ فریضہ ہے کہ خاص طور سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر اور تعزیے اور شرک اکبر پر مشتمل اس کے رسوم سے سنی عوام کو باز رکھیں اور انہیں ان کا اصل اسلامی فریضہ یاد دلائیں یعنی سنت مصطفیٰ ﷺ کی پابندی اور اس کی اساس پر اسلامی ہم آہنگی کی مخلصانہ تاسیس۔

تعزیے، ماتم، چڑھاوے بجاوے، ڈھول تاشے، جلوس اور میلے ٹھیلے ماضی میں دین وشریعت سے بیگانہ مسلم بادشاہوں اور نوابوں کی ایجادات اور حکومت چلانے کے ہتھکنڈے رہے ہیں، یہ ساری چیزیں ان کی حکومتوں کو نہیں بچاسکیں، اس لیے کہ یہ معصیت ہیں اور معصیت حد سے بڑھتی ہے تو حکومتیں اور قومیں برباد ہوجاتی ہیں، مسلمانوں کو من حیث القوم بربادی سے بچنے کے لیے ان معصیتوں کو ترک کرنا ہوگا، سنت مصطفیٰ کی پابندی کو لازم قرار دینا ہوگا، اور اسلام کے صاف شفاف پیغام کو سارے عالم میں عام کرنا ہوگا۔

واللہ یوفقنا لما یحب ویرضی۔

☆☆☆

عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: ڈاکٹر صالح السحیمی ترجمہ مولانا عبدالمعین سلفی

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح السحیمی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ہردلعزیز اساتذہ میں سے ایک ہیں عقیدۂ سلف اور منہج سلف کی توضیح وتشریح میں آپ کی نمایاں خدمات ہیں کئی اہم کتابوں کے مصنف ومحقق ہیں، مسجد نبوی بھی آپ کے دروس کا سلسلہ رہا ہے ہندوستان کے کئی نامور سلفی علماء نے آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا ہے، خاکسار کو بھی الحمدللہ اسکا شرف حاصل ہے، عیدمیلادالنبی کے موضوع پر استاذ محترم کی یہ وقیع وعلمی تحریر کو اردو کا جامہ فاضل دوست مولانا عبدالمعین سلفی نے پہنایا ہے، دونوں کے شکریہ کے ساتھ مضمون قارئین کے پیش خدمت ہے۔ (ع م.)

عیدمیلادالنبی کی تاریخی وشرعی حیثیت

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں یعنی قرون مفضلہ تک مسلمانوں کے یہاں اس قسم کی کسی عید اور جشن ومحفل کا وجود نہ تھا، لیکن جب فاطمیوں (۱) بلفظ دیگر عبیدیوں نے مصر پر ۳۵۷ھ سے ۵۶۷ھ تک حکومت کیا تو بہت سے ایام کے متعلق بہت سی محفلیں اور عیدیں قائم کیں، انہیں میں سے چار بنیادی میلادیں بھی تھیں:

(۱) میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) میلاد علی بن ابی طالب (۳) میلاد حسن (۴) میلاد حسین رضی اللہ عنھم۔

چنانچہ مقریزی جیسے تاریخ نگار نے اپنی کتاب ''المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والاثار'' میں ''فاطمی خلفاء کے ان ایام کا بیان جن میں وہ عیدیں کرتے تھے اور ایسے مواسم کا بیان جن میں ان کی رعایا کی حالت درست ہوتی تھی اور ان پر انعامات کی کثرت ہوتی تھی'' عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''فاطمی خلفاء کے یہاں پورے سال مجلسوں ومحفلوں کا سلسلہ لگا رہتا تھا، سال کی ابتداء پر محفلیں، دسویں محرم کی مجلسیں اور میلادالنبی، میلاد علی، میلاد حسن ومیلاد حسین اور خلیفۂ وقت کی میلاد، اسی طرح شعبان کی پہلی اور پندرہویں شب اور ختم کی

(۱) یہ لوگ اپنے آپ کو اولاد فاطمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، محققین تاریخ نگاروں کا خیال ہے کہ ان کی اصل عبیدی یہودیوں سے ہے جو کہ عبیداللہ بن میمون بن دیصان کی اولاد ہیں، اور وہ اپنے وقت میں قدّاح کے نام سے مشہور تھا، بعض کا خیال ہے کہ قدّاح یہودی تھا، اور بعض کا خیال ہے کہ مجوسی تھا، دیکھئے، البدایۃ والنھایۃ ۶، ۱۱/۱۷۱۔ الخطط للمقریزی ۱/۴۸۔

رات کو اجتماع کرنا اور محفلیں منعقد کرنا ان کی عادت تھی ،اسی طرح عید الفطر،عید الاضحیٰ،عید الغدیر،کسوۃ الشتاء (موسم سرما) کسوۃ الصیف (موسم گرما) فتح الخلیج ،یوم نیروز ،یوم الفطاس ،یوم المیلاد،خمیس القدس،ایام الرکوبات اور نامعلوم کیسی کیسی عیدیں اور خوشیوں کی محفلیں سجاتے تھے(۱)

مقریزی نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

''افضل بن امیر الجیوش بادشاہ نے میلاد کی چار عیدوں کو ختم کردیا تھا:(۱)عید میلاد النبی (۲) عید میلاد علوی (۳) عید میلاد فاطمی (۴) عید میلاد امام وقت،اس حاکم نے ان عیدوں کو ختم کردیا اور اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا یہاں تک کہ لوگ اسے بھول گئے تھے، پھر استاذوں نے خلیفۂ وقت آمر باحکام اللہ سے ان عیدوں کا تذکرہ کیا،اور اس سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے،اور اسے اپنے وزیر(جوان عیدوں کا قائل نہیں تھا) کی مخالفت پر ابھارتے رہے،تاکہ یہ عیدین محفلیں اور رسمیں دوبارہ قائم ہوں،بالآخر بادشاہ نے ان کی بات کو مان لیا اور ان عیدوں کو دوبارہ رائج کردیا''(۲)

قلقشندی نے اپنی کتاب ''صبح الاعشیٰ'' میں فاطمی خلفاء کے ساتھ اپنی مختلف مجلسوں کا تذکرہ کیا ہے،جلوس کے دنوں میں قاضی وقت کی ایک عام مجلس،ماہ رجب کی پہلی اور پندرہویں رات کی مجلس،ماہ شعبان کی پہلی اور پندرہویں رات کی مجلس ،اور ہر سال کی ابتدا میں وفود کا استقبال کرنے والی چار راتوں میں اپنی حاضری کا تذکرہ کرنے کے بعد کہتا ہے کہ:''میری تیسری مجلس محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تھی ،۱۲ربیع الاول کومنائی جاتی تھی''(۳)

متاخرین علماء میں سے دیار مصر کے مفتی شیخ محمد بن بخیت المطیعی ،شیخ علی محفوظ اور سید علی فکری نے واضح لفظوں میں یہ بات ذکر کی ہے کہ عید میلادالنبی کے موجد فاطمی (شیعی) خلفاء ہیں۔

شیخ محمد بخیت مطیعی حنفی (مصر کے سابق مفتی) نے اپنی کتاب ''احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام'' میں لکھا ہے کہ:''اس دور کی بدعت عید میلادالنبی کے بارے میں بکثرت سوال وارد ہوتے ہیں،اس سلسلے میں میرا جواب یہ ہے کہ:اس بدعت کو سب سے پہلے فاطمی خلفاء نے قاہرہ میں ایجاد کیا ہے،اس کا موجد اول معزلدین اللہ ہے،یہ شخص ماہ شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر آیا اور شعبان ۳۶۲ھ میں اسکندریہ کے کمین گاہوں تک پہونچ گیا اور ۷ر رمضان ۳۶۲ھ ہی میں قاہرہ میں داخل ہوگیا،یہاں پہونچ کر اس نے چھ میلادیں ایجاد کیں:

(۱) میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم (میلاد امیر المومنین علی بن ابی طالب (۳) میلاد سیدہ فاطمہ زہراء(۴) میلاد حسن (۵)میلاد حسین(۶) میلاد امام وقت۔

---

(۱)الخطط للمقریزی ۱ر۴۹۰۔

(۲) ایضاً،احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۴، ۴۵

(۳) صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء ۳ر۴۹۸، ۴۹۹

مذکورہ میلادیں اسی طرح منائی جاتی رہیں، یہاں تک کہ افضل بن امیر الجیوش خلیفہ ہوا، اوراس نے ان میلادوں کو ختم کر دیا، افضل کا باپ امیر الجیوش مستنصر باللہ کے زمانہ خلافت میں اس کی دعوت پر شام سے مصر آیا تھا، وہ بروز بدھ ۲/ جمادی الاولی ۴۶۵ھ میں مصر میں داخل ہوا تھا۔

جب اہل شام سے اسے جنگ لڑنی پڑی تو اپنے لڑکے افضل کو نائب بنادیا (۱) افضل نے مسند خلافت سنبھالتے ہی ان میلادوں اور رسوم کو ختم کر دیا، پھر جب آمر باللہ اپنے باپ مستعلی کے بعد ۴۹۵ھ میں تخت نشین ہوا تو اس نے ان میلادو رسوم کو دوبارہ زندہ کر دیا، شیخ مطیعی لکھتے ہیں: قریب تھا کہ لوگ ان میلادوں کو بھول جائیں لیکن آمر باحکام اللہ کے دور حکومت میں ان میلادوں کا اعادہ ہو گیا۔ (۲)

آج بھی یہ میلادی محفلیں رائج ہیں، البتہ لوگوں نے پانچ دیگر میلادی محفلوں کو چھوڑ دیا ہے، اوران کی جگہ پر دوسری محفلوں اور میلادوں کو زیادہ کرلیا ہے، یہاں تک کہ آج ان (Birth Days) یعنی میلادی ایام کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے، فاطمیوں کے زمانہ جو کچھ ہوتا تھا لوگوں نے اس میں بعض چیزوں کا اضافہ اور بعض میں کمی کردی ہے۔

شیخ مطیعی نے عید میلاد النبی سے متعلق حاکم ''اربل'' مظفر الدین کے واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: پس یہ معلوم ہوا کہ مظفر الدین نے مذکورہ طریقہ پر ''اربل'' شہر میں سب سے پہلے عید میلاد النبی منانا شروع کیا۔

یہاں معلوم رہے کہ عید میلاد النبی کے اول موجد سے متعلق بظاہر جو دو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے کہ ۱۰ محرم بروز سوموار ۵۶۷ھ کو عاضد باللہ۔ ابو محمد عبد اللہ بن حافظ المستنصر۔ کی وفات کے بعد فاطمیوں کی حکومت ختم ہو گئی تھی اوران سے پہلے اسلامی حکومتوں میں میلاد نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

شیخ مطیعی پھر لکھتے ہیں کہ: جب عید میلاد النبی کے بارے میں فاطمیوں اور مظفر الدین کے کارنوموں کو تم نے جان لیا تو اب یقین سے کہہ سکتے ہو کہ یہ سب کام حرام ہیں (۳)

شیخ علی محفوظ نے اپنی کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع'' میں میلادی بدعتوں کی تاریخی وشرعی حقیقت کے تحت لکھا ہے کہ میلادی محفلوں کو سب سے پہلے فاطمیوں نے چوتھی صدی ہجری میں قاہرہ میں ایجاد کیا، انہوں نے چھ میلادیں ایجاد کیں۔

(۱) عید میلاد النبی (۲) عید میلاد الامام علی بن ابی طالب (۳) عید میلاد سیدہ فاطمہ زہرا، (۴) عید میلاد

(۱) احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۴، ۴۵۔

(۲) احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۴، ۴۷۔

(۳) احسن الکلام فیما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ من الاحکام ص ۴۷، ۵۲۔

حسن،(۵)عیدمیلادحسین(۶)عیدمیلادامام وقت۔

یہ میلادی رسمیں اسی طرح جاری رہیں یہاں تک کہ افضل بن امیرالجیوش نے ان رسموں کوختم کردیا،اورقریب تھا کہ لوگ اسے بھول جائیں تب تک ۵۲۴ھ میں ’’امرباحکام اللہ‘‘ کی خلافت قائم ہوگئی،اوراس نے ان میلادی رسموں کورواج دیا اورشہراربل میں ساتویں صدی میں شاہ مظفرالدین ابوسعید نے سب سے پہلے اس بدعت کوایجادکیا،یہ میلادی محفلیں آج تک رائج ہیں اورلوگوں نے اس میں مزیدوسعت کردی ہے،خواہشات نفس کی بندگی،اوروحی شیطانی کے مطابق ہرقسم کی بدعتیں ایجادکرلی گئی ہیں(۱)بالکل انہیں اقوال سے ملتاجلتا کلام استاذفکری نے بھی اپنے دسویں محاضرہ میں پیش کیاہے۔(۲)

رسول اکرم ﷺ نے طاقت کے مطابق نیکیوں پرعمل کرنے کاحکم دیاہے جن کہ برئیوں سے بالکل ہی رک جانے کا حکم دیاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’إذا أمرتكم بأمر فاتوا منه مااستطعتم وإذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه‘‘(۳)’’جب میں تمہیں کسی بات کاحکم دوں توبقدراستطاعت اسے بجالاؤ،اورجب کسی چیزسے منع کروں تواس سے بالکل ہی رک جاؤ‘‘

اس حدیث سے معلوم ہواکہ برائی خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہواس میں کسی قسم کی رخصت نہیں ہے۔

آپ(علی محفوظ)نے باب’’ان محفلوں کابیان جنہیں شرعی کہاجاتاہے جبکہ وہ شرعی نہیں ہیں‘‘کے تحت فرمایاہے:جن محفلوں اورمجلسوں کوانہوں(بدعتیوں)نے شریعت کی طرف منسوب کردیاہے،حالانکہ ان کاشریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے،انہیں میں سے ایک محفل یہ ہے کہ ۱۲/ربیع الاول کی رات کولوگ مسجدوں اوربعض دوسری مخصوص جگہوں پرجمع ہوتے ہیں اورمساجدکی حرمت کوپاش پاش کرتے ہیں،مسجدوں میں چراغاں کرتے ہیں،اسراف سے کام لیتے ہیں،اورقاری وملالوگ بلندآوازسے ایسےقصیدےاورقوالیاں پڑھتے ہیں جوجوانوں کوفسق وفجورپرابھارتے ہیں،آپ دیکھیں گے کہ وہ نہایت بری آوازمیں چیختے ہیں اورمسجدوں کوشوروغوغاسے بھردیتے ہیں،یہ قصیدہ خواں کبھی کبھی اپنے پورے قصیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یااچھےاخلاق اوربلنداعمال کاتذکرہ تک نہیں کرتے،ان میں بعض توایسے ہوتے ہیں جواپنے من گھڑت ذکرمیں مشغول رہتے ہیں،جب کہ ان امورمیں سے کسی بھی چیزکی اللہ اوراس کے رسول نے اجازت نہیں دی ہے،اورنہ سلف صالحین سےاس کاثبوت ہے،یہ عمل توکھلی بدعت اورگمراہی ہے(۴)

(۱)الابداع فی مضارالابتداع ص ۲۵۱

(۲)المحاضرات الفکریہ ص ۸۴

(۳)صحیح البخاری مع الفتح ۶۳۰/۸

(۴)الابداع فی مضارالابتداع ص ۱۴۱

اس سے بڑھ کر جہالت اور حرمت کا ارتکاب تو یہ ہے کہ یہ جاہل لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس جشن یا عید میلاد النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں، اسی لئے یہ لوگ ایک خاص وقت میں آپ کو مبارک بادی دینے اور خوش آمدید کہنے لے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، بلکہ بعض کا تو یہ خیال ہے کہ آپ ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

مذکورہ تاریخی روایتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ میلادی محفلوں کو چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں بلفظ دیگر فاطمیوں نے ایجاد کیا ہے، برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ اس کا موجد شاہ ''اربل'' ہے، البتہ ان کی بات اس اعتبار سے صحیح ہوسکتی ہے کہ شہر اربل میں اس نے سب سے پہلے یہ بدعت ایجاد کیا ہو، کیوں کہ فاطمی خلیفہ معزلدین اللہ کے دور حکومت ہی سے ان بدعتوں پر عمل ہوتا رہا ہے، پھر جب فاطمی خلیفہ مستعلی باللہ کا ''بدر جمالی'' نامی پہلا وزیر آیا جو کہ متبع سنت تھا، تو اس نے ان میلادوں کو ختم کرنے کا حکم دے دیا، بدر جمالی کی وفات ہوتے ہی یہ بدعتیں دوبارہ پھیل گئیں، اس کے بعد صلاح الدین ایوبی کا دور آیا، چونکہ یہ بھی سنت کا شیدائی تھا اس لئے اس نے بھی اپنی پوری ایوبی حکومت میں ان محفلوں اور رسموں کے خاتمہ کا اعلان کردیا، اس معاملہ میں صلاح الدین کی کسی نے مخالفت نہیں کی، صرف اس کے بہنوئی شاہ اربل مظفر الدین نے اس کی مخالفت کی۔

تاریخ نگاروں کا کہنا ہے کہ شاہ مظفر الدین کی میلادی محفلوں میں صوفیوں کا بھی اجتماع ہوتا تھا، یہ محفلیں ظہر سے لے فجر تک باقی رہیں اور اس محفل میں تین لاکھ دینار سے زائد رقم کی مالیت خرچ ہوتی تھی۔(۱)

اسکے بعد سے یہ محفلیں آج بھی ہمارے درمیان رائج ہیں، بلکہ اس میں تو اس قدر مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے کہ عوام کی نگاہوں میں جو بھی بڑا ہو اس کی یوم پیدائش اس حجت سے مناتے ہیں کہ وہ شخص اللہ کا ولی تھا، خواہ وہ حد درجہ کا ملحد ہی کیوں نہ رہا ہو۔ (جاری)

☆☆☆

دنیا کی زندگی پہ بھروسہ نہ ہو کبھی — دو چار دن کے عیش پہ تکیہ نہ ہو کبھی
سب کچھ یہیں پہ چھوڑ کے جانا ہے ایک دن — غفلت میں بند دیدۂ بینا نہ ہو کبھی
دو دن کی زندگی ہے غنیمت یہ جان لیں
اللہ اور رسول کی ہر بات مان لیں

(۱) الخطط ۱/۴۹۰، مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان (سبط ابن الجوزی ۸/۳۱۰

اسلامی تجارت کے آداب واحکام

عبدالأحد اُحسن جمیل/ مدینہ منورہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں تجارت کی بہت اہمیت ہے،اورشریعت نے اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: أفضل الكسب بيع مبرور وعمل الرجل بيده.(۱) سب سے افضل کمائی پاک تجارت اورانسان کی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری احادیث ہیں جو تجارت کے فضائل پر دلالت کرتی ہیں، نیز شریعت نے تجارت کے بہت سارے آداب بھی سکھلائے ہیں جن سے اکثر لوگ لاعلم ہی نہیں بلکہ وہ انہیں جاننا بھی نہیں چاہتے ہیں کیونکہ ان احکام کو وہ اپنے لیے بندش اور ترقی کے راستوں کی رکاوٹ سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی ان آداب وتعلیمات کو نظر انداز کردیا اسے اس میدان میں حرام میں مبتلا ہونے کا قوی امکان ہے، نبی کریم ﷺ نے تاجروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: يا معشر التجار فاستجابوا له ورفعوا أعناقهم وأبصارهم، وقال: ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الا من اتقى وبر وصدق .(۲) اے تاجروں کی جماعت تو سب نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہوگئے، اپنی گردنوں کو اونچی کرلیا اوراپنی توجہ آپ کی طرف کرلی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک قیامت کے دن تاجروں کو فاجروں کی طرح میں اٹھایا جائے گا مگر جس نے اللہ کا تقوی اختیار کیا اور وعدہ کو پورا کیا اور سچ بولا۔ یہ اوراس طرح کی دوسری حدیثیں اس بات پر دال ہیں، اگر کسی تاجر نے اپنی تجارت اسلامی آداب واحکام کے مطابق نہیں کی تو وہ بہت بڑی سخت وعید کا مستحق ہے اور ہوسکتا ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ رب العالمین کے غضب کا مستحق بھی بن جائے، انہی چند وجوہات کی بنا پر تجارت کے چند آداب کو درج ذیل سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ رب العالمین نے اپنے کلام میں تجارت کو حلال قرار دیا ہے: ﴿وأحل الله البيع وحرم الربا﴾ (البقرة:۲۷۵) اس کی حکمت یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی گزر بسر کرنے کے لئے جن سامانوں کی ضرورت پڑتی ہے اگر تجارت مباح نہ ہوتی تو انسان چوری کرتا، ڈاکے ڈالتا، لوٹ کھسوٹ کے بازار گرم ہوتے اورانسانی زندگی کا کوئی وقار باقی نہ رہ

(۱) مسند أحمد: ۴۶۶/۳، حدیث أبی بردة، شیخ ألبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھیں: صحیح الترغیب والترھیب: ۱۳۱/۲، حدیث: ۱۶۸۹، اور شیخ شعیب الأرناؤط نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ترمذی، حدیث: ۱۲۱۰، کتاب البیوع، باب التجار وتسمیۃ النبی ﷺ ایاھم، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور امام حاکم نے بھی مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، دیکھیں: مستدرک حاکم: ۸/۲، حدیث: ۲۱۴۴، مع تعلیق الامام الذھبی، امام البانی سے اس حدیث کے سلسلہ میں تصحیح اور تضعیف دونوں طرح کے قول وارد ہیں، اور آپ رحمہ اللہ کی تصنیفات کے حساب سے آپ نے اخیر میں اسے صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ آپ نے اس کی تصحیح صحیح الترغیب والترھیب (۱۶۲/۲، حدیث: ۱۷۸۵) میں کی ہے اوراس کے علاوہ آپ نے سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (۶۸/۳، حدیث: ۹۹۴) میں بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

جاتا، اوراس کی جان ومال محفوظ نہ رہتا۔

تجارت کے آداب میں سے ہے کہ انسان جس چیز کی تجارت کرنا چاہتا ہے اس چیز کے کھرے کھوٹے کا اسے علم ہوتا کہ اسے کوئی دھوکہ نہ دے سکے۔ اور وہ لاعلمی میں کسی کو دھوکہ نہ دے بیٹھے، اور پھر نبی کریم ﷺ کی وعید کا مستحق بن جائے کہ: ان التجار هم الفجار ،قيل يا رسول الله أوليس الله قد أحل الله البيع ؟ قال : بلى ، ولكن يحدثون فيكذبون، ويحلفون ويأثمون۔ (۱) تاجر ہی رب العالمین کی نظر میں فاجر اور گناہ گار ہیں، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اللہ تعالی نے تجارت کو حلال نہیں قرار دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ضرور حلال قرار دیا ہے، مگر تاجر جب بات کرتے ہیں یعنی تجارت کرتے وقت تو جھوٹ بولتے ہیں، اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنے آپ کو گنہ گار بناتے ہیں۔

تجارت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان ان تمام چیزوں سے دور رہے اور اپنی تجارت کو ان سے محفوظ رکھے ،جن کے ذریعہ وہ حرام میں پڑسکتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ان الحلال بين وان الحرام بين ، وبينهما أمور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس ، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام...، الحديث۔ بیشک حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے، اوران دونوں کے بیچ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں، تو جس نے اپنے آپ کو شبہات میں پڑنے سے بچالیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا، اور جو ان مشتبہ اُمور میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔ (۲)

تجارت کے آداب میں سے ایک ادب کے سلسلہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لا يبع في سوقنا الا من تفقه في الدين۔ (۳) ہمارے بازار (مارکٹ) میں صرف وہی شخص تجارت کرے جسے دین کی سمجھ ہو، یعنی بیع وشرع کے مسائل سے آگاہی ہو۔ لہذا اب ہر اس شخص پر واجب ہے جو تجارت کرنا چاہتا ہے کہ پہلے وہ بیع وشرع کے احکام کو سیکھے اور اس سے آگاہی حاصل کرے، اور اسے اس بات کا بھی علم ہونا چاہئے کہ وہ جس چیز کی تجارت کرنے جارہا ہے وہ چیز حلال ہے یا نہیں، اور ہر وہ شخص جو کسی بازار میں اپنا سامان تجارت کی غرض سے لے کر جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس بازار (مارکٹ) کے شروط وقوانین سے اچھی طرح واقف اور آگاہ ہوتا کہ وہ ان سے دھوکہ نہ کھا جائے اور اپنے سامان کو بالکل

(۱) (مسند أحمد: ۴۲۸/۳، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذھبی نے اس پر ان کی موافقت کی ہے، مستدرک حاکم: ۸/۲، حدیث: ۲۱۴۵، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ (۳۶۸/۱، حدیث: ۳۶۶) میں ذکر کیا ہے، اور شیخ شعیب الأرناؤط فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند قوی ہے، مسند أحمد مع تعلیق الشیخ (۴۲۸/۳)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترک الشبہات، حدیث: ۴۱۷۸)۔

(۳) سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ، حدیث: ۴۸۷، امام ترمذی اس حدیث کی سند کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ھذا حدیث حسن غریب، اور شیخ البانی رحمہ اللہ اس حدیث پر تعلیق لگاتے ہوئے کہتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے، دیکھیں: سنن ترمذی، حدیث: ۴۸۷ شیخ البانی کی تعلیق کے ساتھ)۔

واضح اور کھلا ہوا رکھے تاکہ اس سے دوسرے لوگ دھوکہ نہ کھائیں یعنی اس کی صفت اور اس کی خوبی اور کوئی عیب یا نقص وغیرہ ہے تو ان کو خریدنے والے کے سامنے ذکر کردے تاکہ وہ اس چیز کو اچھی طرح سے دیکھ کر سمجھ لیں کہ آیا وہ چیز ان کے فائدہ کی ہے یا نہیں، جس حالت میں وہ چیز ہے اس حالت میں اس چیز سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ وغیرہ۔

تجارت کے آداب میں سے ہے کہ انسان جب کسی چیز کو خریدنا یا بیچنا چاہتا ہو تو اس کو اچھی طرح سے دیکھ لے اور اس کی قیمت وغیرہ ایک سے زائد جگہ پر معلوم کرکے اطمینان کرلے، تاکہ خریدنے کے بعد اس کے دل میں کوئی چیز کھٹکے نہ، اور جس قیمت میں وہ خریدنا یا بیچنا چاہتا ہے اس پر خریدنے یا بیچنے والے سے اتفاق کرلے اگر وہ اس قیمت میں خریدنا یا بیچنا چاہے تو اسے دھوکہ نہ دے جھوٹ اور دغا وغیرہ سے بھی دور رہے، چنانچہ رب العالمین کا فرمان ہے: یا ایھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا أن تکون تجارة عن تراض منکم۔ (۱) اے ایمان والوں تم اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، ہاں اگر تم آپس میں ایک دوسرے کی رضامندی سے خرید فروخت کرلو تو یہ تمھارے لئے حلال ہے۔

تجارت کے آداب میں سے ہے انسان کا بازار کے دام سے باخبر ہونا اور عرف کا خیال رکھنا، یعنی اگر کوئی انسان کسی بازار میں تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بازار میں چیزوں کا دام اور سامان کی قیمت سے باخبر ہو تاکہ اپنے آپ کو گھاٹے میں نہ ڈالے، اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ اگر کسی چیز کا دام، قیمت عرف میں معروف ہے اور اس میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہے اور لوگ اس چیز کو اس معروف قیمت میں خریدتے بھی ہوں تو اسی قیمت میں سامان کی خرید وفروخت کرے، دوسروں کو نقصان اور ان کو ضرر پہنچانے کے لئے کسی چیز کی قیمت کم زیادہ نہ کرے، جیسے آج ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے کہ بعض لوگ اپنی چیزوں کو عرف کا خیال کئے بغیر بازار کی قیمت سے کم میں فروخت کرتے ہیں تاکہ ان کا مال، سامان اور ان کی چیزیں پہلے فروخت ہوجائیں اور دوسرے سے کوئی نہ لے اور وہ گھاٹے میں پڑ جائے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فریقا من أموال الناس بالاثم وأنتم لا تعلمون۔ (۲)، لوگوں تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ان الله طیب لا یقبل الا طیب وان الله أمر المؤمنین بما أمر به المرسلین فقال: یا أیها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم۔ (۳) وقال: یاأیها الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم۔ (۴) ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد یدیه یارب یارب ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذی بالحرام، فأنی یستجاب لذلك۔ (۵) اللہ تعالی پاک ہے اور صرف پاک کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ رب

(۱) النساء: ۲۹۔ (۲) البقرۃ: ۱۸۸۔ (۳) المؤمنون: ۵۱۔ (۴) البقرۃ: ۱۷۲۔
(۵) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، حدیث: ۲۳۹۳۔

العالمین نے مؤمنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جو اس نے نبیوں کو حکم دیا ہے اللہ رب العالمین کہتا ہے: اے رسولو! تم لوگ پاک کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور یہ جان لو کہ تم جو کرتے ہو ہم اس سے باخبر ہیں، اور رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! پاک روزی کھاؤ، پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر پر ہوتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے التجا کرتا ہے، لیکن اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا کپڑا حرام کمائی کا ہوتا ہے اور اس کی پرورش بھی حرام سے ہوتی ہے، تو بتاؤ کہ کیسے اللہ رب العالمین ایسے شخص کی دعا قبول کرے گا، اور اللہ رب العالمین نے ظلم کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ حدیث قدسی میں اللہ رب العالمین سے روایت کرتے ہیں فرماتا ہے رب العالمین: يا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بينكم محرما فلا تظالموه ۔(۱) اے میرے بندوں میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے، اور تمھارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے تو اب تم ظلم نہ کرو۔

انہی آداب تجارت میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ انسان اپنے منافع سے وقتاً فوقتاً صدقہ وخیرات کرتا رہے، تاکہ اس کی تجارت ہر طرح کی آفات سے دور رہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ان الشيطان والاثم يحضران فی البيع فشوبوا بيعكم بالصدقة۔(۲) بے شک شیطان اور گناہ تجارت میں آجاتے ہیں، پس تم لوگ اپنی تجارت کو صدقہ کے ذریعہ پاک کرو۔

تجارت کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ انسان بیع وشراء اور مطالبہ کرنے میں عفو وتسامح اور احسان وکرم کا دامن ہرگز نہ چھوڑے، کیونکہ جس نے اپنی تجارت میں احسان وکرم کو ملحوظ خاطر رکھا وہ نبی کریم ﷺ کی دعا کا مستحق بنا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: رحم الله رجلا سمحا اذا باع، واذا اشترىٰ ، واذا اقتضىٰ۔(۳) اللہ تعالی اس شخص پر رحم کرے جس نے خرید وفروخت اور مطالبہ کرنے میں عفو وکرم سے کام لیا۔

تجارت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بھائی کے حق واجرت کو دینے میں ٹال مٹول نہ کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: مطل الغنی ظلم ۔(۴) غنی (مالدار) کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اسلامی تجارت کے یہ رہنما اصول وضوابط ہیں جن کی رعایت کرنا ایک مسلمان تاجر کے لیے ضروری ہے، تاکہ اس کی تجارت میں خیر وبرکت ہو اور وہ گناہ سے بچ سکے۔

☆☆☆

(۱) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، حدیث: ۶۷۳۷۔

(۲) سنن ترمذی: ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمية النبی ﷺ ایاھم، حدیث: ۱۲۰۸، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، اور شیخ البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحة فی الشراء والبیع، ومن طلب حقا فلیطلبه فی عفاف، حدیث: ۲۰۷۶۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب الحوالات، باب فی الحوالة وهل یرجع فی الحوالة، حدیث: ۲۲۸۷، اور صحیح مسلم، المساقاة، باب تحریم مطل الغنی وصحة الحوالة، حدیث: ۴۰۸۵)۔

سلام: اہمیت وفوائد

سعید الرحمٰن عبدالمجید

اسلام ایک آفاقی دین ہے جو بہت سی خوبیوں اور خصوصیات کو حامل ہے انہیں میں سے ایک خصوصیت ایک دوسرے کو سلام کرنا ہے مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کے مابین خوشگوار تعلقات کی بقاء وسلامتی کے لئے سلام کو ایک بہترین ذریعہ قرار دیا ہے، سلام دعا ہے جس کو ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی خدمت میں پیش کرتا ہے، سلام ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے دودلوں کے درمیان الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے اور بغض وعناد کا ازالہ ہوتا ہے لوگوں کے تئیں دلوں میں موجود کدورت صاف ہوتی ہے اور ایک صالح اور نیک معاشرہ تشکیل پاتا ہے، دنیا میں جتنے بھی ادیان ومذاہب پائے جاتے ہیں سب کے یہاں ملاقات کے کچھ آداب ہیں جن کو ان مذاہب وادیان کے متبعین عمل میں لاتے ہیں، اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کو ملاقات کا طریقہ سکھلایا اور اس موقع پر ’’السلام علیکم‘‘ جیسا پیارا کلمہ زبان سے ادا کرنا مشروع قرار دیا کہ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو سب سے پہلے اسے ہر قسم کے شر اور مکروہ سے سلامتی اور حفاظت کی دعا دے اسکے بعد مزید کلام کرے یعنی اسلام نے ’’السلام قبل الکلام‘‘ کی تعلیم سے اپنے متبعین کو روشناش کرایا، ملاقات کے اس اسلامی طریقہ کی نظیر دیگر ادیان میں نہیں ملتی، اسلام نے سلام سے متعلق بہت سے ارشادات پیش فرمایا ہے، بہت سی آیات واحادیث سلام کی اہمیت وافادیت سے متعلق وارد ہوئی ہیں، چنانچہ اللہ رب العالمین نے ’’سلام‘‘ کو اپنے اسماء حسنیٰ میں شمار کیا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے "هوالله الذى لا اله الا هو، الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون" (سورۃ الحشر: ۲۳) ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زورآور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ تعالی ان سب چیزوں سے جنھیں یہ اسکا شریک بناتے ہیں۔ (ترجمہ مولانا محمد جوناگڈھی)

اس آیت میں اللہ رب العالمین نے سلام کو اپنے اسماء حسنیٰ میں شمار کیا ہے، دوسری آیت کے اندر اللہ تعالی اپنے نبی کو سلام کی تعلیم وترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے: ’’واذا جاء ك الذين يومنون بآياتنا فقل سلام عليكم‘‘ (سورۃ الانعام: ۵۴) ترجمہ: اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو (یوں) کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ (ترجمہ مولانا جوناگڈھی)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں ’’یعنی ان پر سلام کرکے یا ان کے سلام کا جواب دے کر ان کی تکریم اور قدر افزائی کریں۔ (تفسیر احسن البیان ؍ص: ۳۴۹)

اسی طرح بروز قیامت فرشتے اہل ایمان کو سلام کا ہدیہ پیش کریں گے اللہ تعالی فرماتا ہے ''سلام علیكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار'' (الرعد:۲۴) ترجمہ: کہیں گے تم پرسلامتی ہو صبر کے بدلے کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا (ترجمہ مولانا محمد جونا گڈھی) یعنی فرشتے جنتیوں کے پاس جا کران کو سلام کریں گے اوران کو عطا کی گئی نعمتوں پر انہیں مبارک باد دیں گے، دوسری آیت کے اندر اللہ تعالی نے فرمایا ہے ''ولقد جاء ت رسلنا ابراهيم بالبشرىٰ قالوا سلاما قال سلام (ھود:۶۹) ترجمہ: اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کے پہونچے اور سلام کہا انہوں نے جواب سلام دیا۔ (جونا گڈھی)

ان دونوں آیتوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ سلام یہ فرشتوں کا بھی سلام ہے جس کو اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو بطور تحفہ وھدیہ عطا کیا ہے، اسی طرح سے سلام یہ جنتیوں کا بھی سلام ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ''دعواهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها سلام وآخر دعواهم أن الحمد لله رب العالمين (یونس:۱۰) ترجمہ: ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی سبحان اللہ اوران کا باہمی سلام یہ ہوگا ''السلام علیکم'' اوران کی اخیر بات یہ ہوگی تمام نعمتیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔ (ترجمہ مولانا جونا گڈھی)

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے سلام کو جنتیوں کا بھی شیوہ وشعار بتلایا ہے کہ سلام ان کے مابین بھی ہوگا اور وہ ایک دوسرے کو سلام کا تحفہ پیش کریں گے، اسی طرح احادیث کے اندر بھی اللہ کے رسول نے مسلمانوں کو اس کی تعلیم دی ہے اور اس کی طرف رغبت دلائی ہے، چنانچہ اللہ کے رسول نے فرمایا ''اذا لقى أحدكم أخاه، فليسلم عليه، فإن حالت بينهما شجرة أوجدار أو حجر، ثم لقيه، فليسلم عليه'' (ابوداؤد:۵۲۰۰) قال الالبانیؒ ''صحیح'' یعنی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے، اگر ان دونوں کے درمیان پیڑ، دیوار یا پتھر آڑے آجائے پھر وہ اس سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسول سے سوال کیا ''أي الاسلام خير'' سب سے بہتر اسلام کس کا ہے، آپ نے فرمایا: تطعم الطعام، وتقرأ السلام علىٰ من عرفت ومن لم تعرف'' تو کھانا کھلائے، اور تو سلام کرے اس شخص کو جس کو تو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ (متفق علیہ)

اسی طرح ایک دوسری حدیث کے اندر اللہ کے رسول نے سلام کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا ''إن أولى الناس بالله من بدأهم بالسلام'' (ابوداؤد:۵۱۹۷) ''صحیح'' یعنی اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو ان لوگوں سے سلام سے ابتداء وشروعات کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے سلام کرنے کو خطایا ومعاصی میں کمی کا سبب بتلایا ہے چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان المومن اذا لقى المومن

فسلم علیه وأخذ بیده فصافحه تناثرت خطایاهما کما یتناثر ورق الشجر"(الترغیب والترھیب للمنذری ۴۳۳/۳،اسنادہ قوی)یعنی ایک مومن جب دوسرے مومن سے ملاقات اوراس کوسلام کیا اوراس کا ہاتھ پکڑا،مصافحہ کیا توان دونوں کے خطایا اور معاصی ایسے جھڑ گئے جیسے درخت سے پتہ جھڑتا ہے۔

سلام سے متعلق علماء کے اقوال

صحابی جلیل ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''الرجل یدخل بیته بالسلام ضامن الله تعالی ان یدخله الجنة(مکارم الاخلاق للخرائطی ۸۱۹/۲)آدمی جب سلام کرے اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالی ضامن ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا''المصافحة تزید فی الود''(مکارم الاخلاق رص۱۸۹)یعنی مصافحہ محبت ومودت میں اضافہ کرتا ہے۔

یہ ساری آیات واحادیث اوراقوال سلف صالح اس بات پر دال ہیں کہ سلام یہ اسلام اور مسلمانوں کی خصوصیت اور سلام کرنے،سلام پھیلانے کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت وارد ہوئی ہے۔

سلام کے فوائد:

سلام اسماء حسنٰی میں سے ہے،کلمۂ سلام دنیا میں مومنوں کا سلام ہے اور آخرت میں جنتیوں کا سلام ہے،سلام یہ محبت ومودت اور مسلمانوں کے مابین خوشگوار تعلق کا ذریعہ ہے،سلام دشمنی کو زائل کرتا ہے اور جھگڑے لڑائی سے دور رکھتا ہے اور سینوں سے کینہ کپٹ،غل وحقد کو ختم کرتا ہے،سلام سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین تفریق ہوتی ہے،اسی طرح سلام کرنے سے گناہوں میں کمی آتی ہے اور گناہ جھڑتے ہیں،حسنات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ رب العالمین ہم سب کو سلام کرنے،سلام کو لوگوں کے درمیان پھیلانے،اور سلام میں پہل کرنے اور سلام کی اہمیت وافادیت کو سمجھنے کی توفیق دے،آمین۔

☆☆☆

ادارۂ محدث تمام ملت اسلامیہ کو جدید سال ہجری(۱۴۳۳ھ)کے موقع پر خلوص دل کے ساتھ مبارکباد پیش کرتا ہے اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے کہ یہ سال اس امت اور پوری دنیا کے لیے امن وامان اور مسرت وشادمانی کا پیغام لے کرآئے،آمین۔

عباد الرحمٰن کی شناخت اور اوصاف

عبدالواحد محمد لقمان سلفی رپاکوڑ
فاضل جامعہ سلفیہ بنارس

اللہ تعالی نے سورہ فرقان کی آخری چند آیات میں اپنے بندوں کے اوصاف اور انکی بڑی نشانیوں کو بیان فرمایا ہے،ان آیات کی تشریح احادیث کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔

(۱)''وعباد الرحمن الذين يمشون على الأرض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلٰماً'' (آیت:۶۳) رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں،اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے،اللہ تعالی مومن بندوں کے اوصاف بیان کررہا ہے کہ وہ زمین پر سکون ووقار اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں،تکبر اور اکڑ نہیں دکھلاتے،جیسا کہ لقمان حکیم نے اپنے لڑکے سے بطور نصیحت فرمایا تھا کہ(ولا تمش فى الارض مرحاً''(سورہ لقمان رآیت:۱۸)تم زمین کے اندر اکڑ کر نہ چلا کر،اس آیت کریمہ میں''هون''سے مراد مراد معتدل اور شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ کمزور اور بیمار کی چال،چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ھیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''إذا سمعتم الإقامة فامشوا إلى الصلوة وعليكم بالسكينة والوقار ولا تسرعوا فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا''(صحیح البخاری،کتاب الأذان،رقم:۶۳۶)جب تم اقامت سن لوتو نماز کیلئے اس طرح چل کے آو کہ تم پرسکون اور باوقار رہو اور جلدی مت کرو،جتنی نماز مل جائے وہ پڑھ لو جو رہ جائے اسے بعد میں پوری کرلو۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں،یہاں تک کہ احمق اور بیوقوف لوگ انھیں بیمار سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف الٰہی سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے پورے تندرست ہیں لیکن دل اللہ کے ڈر سے پر ہیں، آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے(تفسیر ابن کثیر)

سلام سے مراد یہاں اعراض اور ترک بحث ومجادلہ ہے،یعنی اہل ایمان اہل جہالت واہل سفاہت سے الجھتے نہیں ہیں بلکہ ایسے موقعوں پر اعراض وگریز کی پالیسی اختیار کرتے ہیں اور بے فائدہ بحث نہیں کرتے(احسن البیان)

(۲)''والذين يبيتون لربهم سجداً وقياماً''(آیت:۶۴)اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام

کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں،اس سے معلوم ہوا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جوایک طرف راتوں کواٹھ کراللہ کی عبادت کرتے ہیں ،اور دوسری طرف وہ ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں کسی غلطی یا کوتاہی پراللہ کی گرفت میں نہ آجائیں اس لئے وہ عذاب جہنم سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں گویا اللہ کی عبادت واطاعت کے باوجود اللہ کے عذاب اور اسکے مواخذے سے انسان کو بے خوف اوراپنی عبادات واطاعات الٰہی پر کسی غروراور گھمنڈ میں مبتلانہیں ہونا چاہئے۔

(۳)''والذين يقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم إن عذابهاكان غراماً ،انها ساء ت مستقر ا ومقاما''(آیت:۶۵/۶۶)اور جو دعا کرتے ہیں کہ ائے ہمارے پروردگار!ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیونکہ اسکا عذاب چمٹ جانے والا ہے،وہ جائے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے،معلوم ہو کہ اللہ کے نیک بندے اس سے خوف کرتے ہوئے راتوں کی گھڑیوں کو اللہ کی عبادتوں میں گزارتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں خدایا عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب ہے،جیسا کہ کسی شاعر نے اللہ تعالی کی شان میں ذکر کیا ہے''إن يعذّب يكن غراماً وإن يعط جزيلا فإنه لا يبالى ''یعنی اس کا عذاب بھی سخت،لازمی اور ابدی اور اسکی عطا اور انعام بھی بیحدان گنت اور بے حساب،جو چیز آنے کے بعد دور ہوجائے وہ غرام نہیں غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے،یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کافران نعمت سے لیا جائے گا(تفسیر ابن کثیر)

(۴)''والذين إذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكا ن بين ذلك قواماً''(آیت:۶۷)اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی ،بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے،اللہ تعالی کی نافرمانی میں خرچ کرنا تبذیر واسراف اور اللہ تعالی کی اطاعت میں خرچ نہ کرنا بخیلی ہے اور اللہ کے احکام واطاعت کے مطابق خرچ کرنا قوام ہے(فتح القدیر)اسی طرح نفقات واجبہ اور مباحات میں حد اعتدال سے تجاوز بھی اسراف میں آسکتا ہے،اسلئے وہاں بھی احتیاط اور میانہ روی نہایت ضروری ہے۔

(۵)''والذين لا يدعون مع الله الها اخرولا يقتلون النفس التى حرم الله إلابالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاماً''(آیت:۶۸)اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کونہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالی نے منع کردیا ہے وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے ،نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائیگا ،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا''أى الذنب اعظم عند الله قال :أن تجعل لله ندا وهوخلقك قلت ان هذالعظيم قلت ثم أى،قال ان تقتل ولدك تخاف ان يطعم معك قلت ثم أى قال ان تزنى حليلة جارك''(صحیح البخاری کتاب التفسیر)اللہ تعالی کے

نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو برابر ٹہراؤ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے میں نے عرض کیا یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے، پھر اسکے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مارڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے، میں نے پوچھا اور اسکے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔

''ند'' کہتے ہیں نظیر اور برابر والے کو، ند سے صرف یہی مراد نہیں ھیکہ اللہ تعالی کے سوا اور دوسرا کوئی خالق ومالک سمجھے کیونکہ عرب کے اکثر مشرک اور دوسرے ملکوں کے مشرکین بھی خالق ومالک ایک ہی ذات کو سمجھتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے''ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض ليقولن الله''(سورۃ القمان آیت:۲۵) یعنی اگر تم مشرکوں سے پوچھو کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً کہہ دیں گے کہ صرف اللہ ہی خالق ہے، اس کہنے کے باوجود بھی اللہ نے ان کو مشرک ہی قرار دیا

حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں، اسلام کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرے جسے ارتداد کہتے ہیں یا شادی شدہ ہوکر بدکاری کا ارتکاب کرے یا کسی کو قتل کردے ان صورتوں میں قتل کیا جائیگا۔

(۶)''يضعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا''(آیت:۶۹) اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائیگا اور ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا، یعنی اور گناہوں سے یہ گناہ بڑے ہیں اسلئے عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا اور بڑھتا ہی رہے گا۔

(۷)''الامن تاب وآمن وعمل عملا صالحاً فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفواً رحيماً ومن تاب وعمل صالحاً فإنه يتوب إلى الله متاباً''(آیت:۷۱/۷۰) سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالی نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ حقیقتاً اللہ تعالی کیطرف سچا رجوع کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے، چاہئے وہ کتنا ہی بڑا ہو اور سورہ نساء کی آیت (۹۳) میں جو مومن کے قتل کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے تو وہ اس صورت پر محمول ہوگی جب قاتل نے توبہ نہ کی ہو اور بغیر توبہ کئے ہی فوت ہوگیا ہو ورنہ حدیث میں آتا ہے کہ سو آدمی کے قاتل نے بھی خالص توبہ کی تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرمادیا (صحیح مسلم کتاب التوبۃ)

"فأولئك يبدل الله......"اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ اللہ تعالی اسکا حال تبدیل فرمادیتا ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ برائیاں کرتا تھا، اب نیکیاں کرتا ہے، پہلے شرک کرتا تھا اب صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے، پہلے کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتا تھا اب مسلمانوں کیطرف ہوکر کافروں سے لڑتا ہے وغیرہ وغیرہ، دوسرا معنی ہے کہ

اس کی برائیوں کونیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے۔

(۸)’’والذین لا یشھدون الزور واذامروا باللغو مروا کراماً‘‘(آیت:۷۲)اور جولوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغوکام پر انکا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔

’’زور‘‘ کا معنی جھوٹ وکذب ہے، ہر باطل چیز بھی جھوٹ وکذب ہے لھذا گواہی سے لیکر کفر وشرک اور ہر طرح کی غلط چیزیں جیسے لہو ولعب، گانا، بری محفلیں اور دیگر بے ہودہ جاہلانہ رسوم وافعال واشغال سب اس میں شامل ہیں اور رحمٰن کے بندوں کی یہ صفت حمیدہ بھی ہیکہ وہ کسی بھی جھوٹ وکذب میں اور گناہ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے ،لغو ہر وہ بات اور کام ہے جسمیں شرعاً کوئی فائدہ نہیں ،یعنی ایسے کاموں اور باتوں میں بھی وہ شرکت نہیں کرتے بلکہ خاموشی کے ساتھ عزت ووقار سے گزرجاتے ہیں۔

(۹)’’والذین اذا ذکروا بایٰت ربھم لم یخروا علیھا صماً وعمیاناً‘‘(آیت۷۳)اور جب انھیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہوکر ان پر نہیں گرتے ،یعنی وہ ان سے اعراض وغفلت نہیں برتتے ،جیسے وہ بہرے ہوں کہ سنیں ہی نہیں یا اندھے ہوں کہ دیکھیں ہی نہیں ، بلکہ وہ نہایت ہی دھیان اور توجہ سے سنتے ہیں۔

(۱۰)’’والذین یقولون ربنا ھب لنامن ازواجنا وذریتنا قرّة أعین وجعلنا للمتقین إماماً‘‘(آیت:۷۴)اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار!تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطافرما ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوابنا،یعنی انھیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہمارا بھی اطاعت گزار،جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور سکون واطمینان حاصل ہوں۔

(۱۱)’’أولئك یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیھا تحیة وسلٰماً‘‘(آیت:۷۵)یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انھیں دعا سلام پہنچایا جائیگا،اللہ کے بندوں کی پاک صفتیں واوصاف حمیدہ ،انکے احسن اقوال اور عمدہ افعال بیان فرما کران کا بدلہ بیان ہورہا ہے کہ انھیں جنت ملے گی جو بلند تر واعلی تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان اوصاف حمیدہ کے خوگر رہے وہاں انکی عزت وتعظیم ہوگی ،توقیر واحترام ہوگا،ان کیلئے سلامتی ہے،ان پر سلامتی ہے، ہر ایک دروازۂ جنت سے ملائکہ حاضر خدمت ہونگے اور سلام کرکے کہیں گے کہ تمہاراانجام بہتر ہوگیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے۔

(۱۲)''خالدین فیھاحسنت مستقرا ومقاماً''(آیت:۷۶)اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے، یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے دائمی زندگی ہوگی، غیر منقطع نعمتیں وغیر فانی راحتیں نصیب ہونگی، یہ سعید ونیک بخت بندے ہیں جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے انکے رہنے سہنے، راحت وآرام کرنے کہ جگہ بڑی سہانی، پاک صاف، طیب وطاہر ہے، دیکھنے میں خوش منظر، رہنے میں آرام دہ (احسن البیان)

(۱۳)''قل مایعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکونوا لزاماً''(آیت:۷۷) کہہ دیجئے: اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا، تم تو جھٹلا چکے، اب عنقریب اسکی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی، اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح وتہلیل کیلئے پیدا کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے''وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون''(الذاریات:۵۶) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں، تسبیح وتہلیل کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے''تسبح له السموات السبع والأرض ومن فیهن وإن من شئی إلا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم إنه کان حلیما غفوراً''(الإسرا:۴۴) ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسکی تسبیح وتہلیل کررہے ہیں، ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو، ہاں یہ درست ہیکہ تم اسکی تسبیح وتہلیل سمجھ نہیں سکتے۔

اگر مخلوق یہ بجانہ لائے تو وہ اللہ تعالی کے نزدیک نہایت ذلیل وحقیر ہے، انسان ایمان کے بغیر ادھورا ہے، اگر اللہ کو کافروں کی محبت ہوتی تو وہ انہیں بھی مومنوں کیطرح اپنی عبادت کی توفیق دیتا، کافروں نے اے نبی آپ کو جھٹلا دیا اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہوگیا نہیں اسکا وبال انکے ساتھ ہے دنیا وآخرت میں تم برباد ہوگے، اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی ہزیمت اور شکست تھی، جیسے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے قیامت کے دن کی سزا تو ابھی باقی ہے (تفسیر ابن کثیر)

☆☆☆

ادارۂ محدث تمام مسلمانان عالم کو عید قرباں کی مبارکباد پیش کرتا ہے اور رب العالمین سے دعاگو ہے کہ وہ قربانی ودیگر جملہ عبادات کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

دینی مدارس کے فارغین اوران کی ذمہ داریاں

حماد عبدالغفار/علی گڈھ

لوگوں کا حیرت واستعجاب جلد ہی ختم ہوگیا تھا کہ یہ چیزان کے لئے نئی نہیں تھی ہاں میرے ''شفاف'' چہرے پر پسینے کے قطرات لحہ بہ لحہ بڑھتے جارہے تھے بات ہی ایسی تھی امام صاحب قنوت وتر پڑھنا بھول گئے تھے مقتدیوں کی بڑھتی سرگوشیاں امام صاحب پرہتھوڑے کی مانند پڑرہی تھیں ان کی نگاہیں کسی عالم دین کوتلاش کررہی تھیں اچانک ایک واقف کار نے آواز بلند کی'' بتایئے مولانا صاحب سجدہ سہو کریں کہ نہیں'' آواز کا تعاقب کرتے کرتے لوگوں کی نگاہیں جب ''مولانا'' تک پہنچی تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑنے لگے مولانا کسی فلمی ہیرو کی طرح لگ رہے تھے داڑھی تو نہیں تھی سو چہرے کی گھبراہٹ واضح تھی اتناچست پینٹ کی ٹھیک سے بیٹھا بھی نہیں جارہاتھا مستزاد یہ کہ کمر کے کچھ حصے لباس سے محروم تھے واقف کارنے پھرٹھوکا دیا تو ''مولانا'' نے دل ہی دل میں اسکے آباءواجداد کوکوستے ہوئے بڑی پھرتی سے مسئلہ بیان کردیا لیکن لوگوں کوتشویش ہوئی''مولانا'' کے فتوی پرعمل کریں یانہ کریں، دیکھنے سے تو خود ہی غلط لگ رہے ہیں مسئلہ کیا صحیح بتایا ہوگا۔

قارئین! یہ کوئی کہانی نہیں لرزہ خیز حقیقت ہے واقعتاً آپ کوایسے علماء کثرت سے ملیں گے جن کا سرٹیفیکٹ دیکھ کربھی شک باقی رہتا ہے کہ کہیں اس نے ڈگری خریدی تونہیں، بڑی سنجیدگی سے میں نے خود سے سوال کیا کہ آخرکیا اسباب ہیں جوتو نے اس ڈھٹائی سے چولا بدلا ہے؟ اے نفس کیا تجھے شرعی وقارکیساتھ دنیاوی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کا خوف ہے؟ کیا تواحساس کمتری کا شکار ہے؟

نفس نے جواب دیا! ہاں ہم احساس کمتری کا شکار ہیں یہ داڑھی مجھ سے گناہوں پر باز پرس کرتی ہے میں نے اسے راستے سے ہٹادیا، کرتا کیا یہ میری رنگینیوں کی دشمن تھی میں نے اسے اتار پھینکا، اب میں آزاد ہوں میری اپنی کوئی شناخت نہیں ہے، میں کروڑوں کی بھیڑ میں آسانی سے گم ہوسکتا ہوں، میں کچھ بھی کروں مجھ پرنظروں کا خصوصی کرم نہیں ہوتا کہ ''یہ داڑھی والے صاحب بھی ایسا کرتے ہیں''۔

ایک ہی نہیں سیکڑوں ایسے ملیں گے جنھوں نے سال سے بھی کم عرصہ ہوا کسی نہ کسی مدرسے سے فراغت حاصل کی ہے اور بڑی بے حیائی سے انداز بدل کے گھوم رہے ہیں بعض تو مجھ سے بھی چارقدم آگے ہیں تراش خراش دیکھ کے تو ایسا لگتا ہے وہ انتظار میں بیٹھے ہیں کب بالی وڈ والے آئیں اور پالکی میں سوار کرکے انھیں لے جائیں!

چار مہینے کی عصری تعلیم ان کی اس دس سالہ روحانی زندگی کا ستیاناس کردیتی ہے، شاید میں غلط کہہ رہا ہوں عصری تعلیم کا کوئی قصور نہیں ساری غلطی تو اپنی ہے، کوئی بھی تعلیم ہم سے داڑھیوں کا خراج نہیں مانگتی ہم شوق سے خود ہی اس کی قربانی دیتے ہیں اور بدنام یونورسیٹوں، کالجوں کوکرتے ہیں، انھیں یونیورسیٹوں میں بہت سے ایسے ملیں گے جن کے دیدار سے صاحب

ایمان کوٹھنڈک ملتی ہے جونہ صرف اپنا ایمان بچائے ہوئے ہیں بلکہ دوسروں کوبھی راہ راست پرلانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں جن کی مصروفیتیں ان کی نمازوں کو بے وقت نہیں کرپاتیں جن کے حوصلوں کو ہوش ربا رنگینیاں روک نہیں پاتیں وہ فتنوں کے درمیان اپنے آپ کوتروتازہ رکھے ہوئے ہیں انھیں دیکھ کر شیطان کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے، وہیں کچھ ایسے ڈگری والے بھی ہوں گے جنھیں مغربیت نے اپنا غلام بنالیا ہے وہ تہذیب وتمدن کے ہرمیدان میں شکست خوردہ ہوکراپنی اصلیت فراموش کرچکے ہیں شجر سے کٹ کے جس طرح سے شاخ ایندھن بننے کے انتظار میں سڑتی ہے اسیطرح سے ہم''جدیدتراش کے علماء'' بھی ہیں ہماراحشر کیا ہوگا غور کرکے خود ہی معلوم کرلیں!

چونکہ یہ نفس خود سجین سے گہرے ربط میں ہے لہذا ایسوں کی حالت،طرز زندگی،سوچ وفکر بلاکسی خاص محنت وسراغ رسانی کے آسانی سے سپرد قلم ہوسکتی ہے،سچ لکھ رہا ہوں! ہم جیسوں کی نظر جب کسی روح ایمان سے سرشار کسی نوجوان (فارغ التحصیل من مدارس) پر پڑتی ہے تو تھرتھر کانپنے لگتے ہیں جب کچھ نہیں بن پڑتا تو کہتے ہیں''تھوڑا سا پڑھ کیا لیا ہے علامہ بن گیا ہے،الٹا سیدھا فتوی دے کردوسروں کوبگاڑ رہا ہے''اور وہ بیچارا شرمندہ ہوکر چلا جاتا ہے''یتخذونھا ھزوا'' کی مکمل تفسیر ہوتے ہیں ہم!

آنکھوں کا پانی اتنا مرگیا ہے کہ مدرسہ میں رہ کرکھایا پیا،حدیث وتفسیر فقہ واصول کی موٹی موٹی کتابیں پڑھیں کچھ عہد وپیان کرکے مدرسوں سے نکلے تو بے لگام گھوڑے کی طرح بھاگ رہے ہیں اب اگرکوئی اپنا حق ادا بھی کرنا چاہے تو اس پراس طرح حملہ کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ!

ماڈرن علماء کرام کے لئے لمحۂ فکر یہ ہے ذرا اپنی حالتِ زار پر غور کریں کچھ نہیں تو انجمنوں میں کی گئی اپنی تقاریر کو ہی یاد کر کے اپنا محاسبہ کرلیں،کہاں تو ایسا لگتا تھا کہ اکیلے یہی ہیں جن کوامت کی فکر ہے،ہرتقریر میں امت کی بدحالی پر زبانی روتے، علاج ڈھونڈھتے مگر اب تو خود ہی بیمار امت کا سب سے لاغر حصہ بن گئے ہیں۔تھوڑا رخ تبدیل کرکے دیکھتے ہیں!

جدید فارغین میں ایسے بھی ہیں جوالحمدللہ مکمل باشرع ہیں ٹخنوں سے اوپر پائجامہ،سیاہ گھنی داڑھی،نظر کا چشمہ کہ شعور وآگہی کی علامت ہوتی ہے لیکن حال یہ ہے کہ دھاڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں،چار حرف پڑھ کیا لیا ابن تیمیہؒ سے اپنا موازنہ کرنے لگتے ہیں''مسند اوراسناد'' کا فرق معلوم نہیں مناظرہ کے لئے ہروقت تیار ہیں،یہ علمی پہلوانی کے زعم میں صرف غوں غاں ہی کرتے ہیں اور کچھ نہیں،کسی نے کوئی مسئلہ پوچھ لیا تو سائل کو ایسا الجھا دیتے ہیں کہ وہ بیچارا اپنا سوال ہی بھول جاتا ہے حدیث کے بارے میں سوال ہوا تو کہیں گے''ادب'' سے دلچسپی تھی اگر''حطیئہ''اور''ابوتمام'' کا ذکر چھڑ جائے تو تاریخ سے لو لگا کر پلو جھاڑلیا،اگرمولانا اسماعیل سلفی ومولانا اسماعیل گوجرانوالہ کا نام آئے تو جامعہ سلفیہ کے رجسٹر کھنگالنے پر غور کریں گے!

سینکڑوں کی تعداد میں مدارس سے طلباء فارغ ہوتے ہیں ان میں حقیقی علماء کی گنتی اگرانگلیوں پر بھی کریں تو کچھ پور یقیناً خالی رہیں گے!

اگر یہی حالت رہی تو کیا ہوگا غور کرلیں !صورتِ حال بڑی نازک ہے لوگ دین کی بنیادی باتوں تک سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں ایسانہیں ہے کہ ان کی دلچسپی دین سے ختم ہوگئی ہے ان کی صحیح راہنمائی کرنے والے نہیں مل رہے ہیں وہ بیع وشراء میں حرام کاری کرتے ہیں تو ہمیں ان کو سکھانا چاہئے وہ زکوۃ میں دھاندھلی کرتے ہیں تو ہمیں سمجھانا چاہئے اگر ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو ہماری تعلیم بیکار ہے۔

یہ سنہرا موقع ہے میدان میں آنے کا، دشمن ہماری بے حسی سے حوصلہ پاکر ہمیں بالکل ہی ختم کرنا چاہتا ہے ہمیں ان کے حوصلوں کو توڑنا ہے دینی جذبہ پیدا کرنا ہے ہر میدان میں ہمارے پاس مواقع ہیں، ہم اعلی تعلیم کے خواہش مند ہیں تو اچھی بات ہے دین کے ساتھ ساتھ عصری علم کے زیور سے آرستہ ہوکر ہم ہم وطنوں سے قدم ملا کر چل سکتے ہیں اپنی تہذیب وتمدن اور عمدہ اخلاق کا اثر ان پر چھوڑ سکتے ہیں اسکا اچھا نتیجہ نکلے گا ان شاءاللہ!

مصیبت تو یہ ہے کہ بہت سے طلباء شعوری یالاشعوری طور پر احساس کمتری کا شکار رہتے ہیں دوسروں سے سن سن کے وہ اپنا مستقبل تاریک سمجھنے لگتے ہیں ایسا نہیں ہے ہمارے پاس علم وعمل دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں ترقی اصحابِ مدارس کا بھی راستہ دیکھتی ہے ہاں صحیح راستے کے تعین کا سلیقہ ہونا چاہئے!

فارغین میں سے کچھ مدارس ومساجد کا رخ کریں اس سے گزران زندگی کا معقول بندوبست بھی ہوجائے گا اور آس پاس کے علاقوں میں وہ گھوم پھر کے دین کی صحیح تعلیم بھی دے سکیں گے اس سے لوگوں میں دینی بیداری بھی آئے گی الحمدللہ اس سے کچھ لوگ جڑے تو ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے، یہاں عوام کو بھی تھوڑی دلچسپی لینی ہوگی عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ مدارس ومساجد کے علماء کو عوام بیگار مزدور سمجھتی ہے، ان کیساتھ پالتو بکریوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے جتنا چاہا دے دیا، بات بے بات جھڑک دیا، اس سے حوصلہ شکنی ہوتی ہے عالم بھی ایک انسان ہے اسکی بھی ضرورتیں ہیں انھیں فراموش نہیں کرنا چاہئے، عوام وخاص کی مشترکہ مخلصانہ کوششیں ہوں تو ہر علاقے میں چھوٹی چھوٹی تنظیمیں بنائی جاسکتی ہیں لوگوں کی ضرورتوں کے بلحاظ ان کی مدد کی جاسکتی ہے اس سے دائرہ عمل میں وسعت پیدا ہوگی اور جملہ افعال میں دینی رنگ چڑھے گا اس سے علماء اپنے علم کا صحیح تصرف کرکے چھوٹی چیز سے بڑا کام کرسکتے ہیں!

دوسرے وہ فارغین ہیں جو عصری درسگاہوں کا رخ کرتے ہیں ان کے لئے بھی مواقع ہیں، ملک کی چند مرکزی وصوبائی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں فارغین مدارس کو براہ راست داخلہ ملتا ہے طلباء دوسرے چکروں میں نہ پڑ کے اگر ''اسلامک اسٹڈیز'' اور ''عربی لغت'' وغیرہ کا انتخاب کریں تو زیادہ اچھا رہیگا، کیونکہ ان کورسیز میں ''وضع الشئ فی غیر محلّہ'' کی طرح ایسے لوگ داخل ہوجاتے ہیں جو ان کی بنیادی معلومات سے کورے رہتے ہیں دو چار سال پڑھ کے ان پر دانشوری کا بھوت سوار ہوجاتا ہے اور نئے نئے فتنے سر ابھارنے لگتے ہیں۔

فارغین مدارس کے لئے یہ کورسیز نسبتاً آسان بھی رہتے ہیں اور نفع بخش بھی، گریجویشن کے بعد صحافت کا بھی دروازہ

کھلا رہتا ہے جہاں فی زمانناصداقت کا قحط اور مخلصین کی ضرورت ہے،ان عصری درسگاہوں میں فارغین مدارس اپنے علم وتربیت کو بروئے کار لائیں، پہلے ان میں موجود دوسرے مسلم طلبہ کو سمجھائیں جتنا آپ کا ساتھ دیں انھیں شامل کرکے وسیع پیمانے پر عمل کے میدان میں اتریں، چونکہ ان درسگاہوں کے طلبہ زیادہ دنیاشناس ہوتے ہیں اس لئے وہ وقت کی طلب کے مطابق اپنا تصرف کرسکتے ہیں،ان طلباء کو مساجد ومدارس میں مقیم علماء سے ربط رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوں اور راہ میں حائل پیچیدگیوں کو دور کرسکیں!

چونکہ ان درسگاہوں میں بڑے بڑے لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے ان سے مالی تعاون بھی لے سکتے ہیں اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ محدود پیمانے پہ سہی ایک تنظیم فروغ پاسکے گی اس سے لوگوں کی صحیح دینی تربیت کیساتھ رفاہ عام اور خدمت خلق بھی ہوگا بے روزگار نوجوانوں کو روزگاری کا طریقہ بتائیں جلد سازی بھی ایک شخص کے یومیہ خرچ کا بوجھ بآسانی اٹھاسکتی ہے،اس طرح کی چھوٹی چھوٹی چیزیں لوگوں کو بتائیں تاکہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں، یہ سنت بھی ہے، نبی ﷺ نے صحابی کو اپنے دست مبارک سے کلہاڑی بناکے دی اور کہا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کے بیچو یعنی اسے روزگار پہ لگایا تو جانشین رسول بھی اس کا خیال رکھیں۔

کنواں سے پانی مل جائے تو دریا کی ضرورت نہیں، بڑی تنظیموں اور قدآور شخصیات سے کسی مدد کی توقع نہ رکھیں، اگر ہم چھوٹے پیمانے پر بھی ایسا کرلے گئے تو یقیناً مثبت نتائج نکلیں گے اور علم وعمل ہر دو کا ساتھ بھی نہ چھوٹے گا پھر قدآور شخصیات کو رونے کے لئے کوئی اور موضوع تلاشنا پڑے ''کہ کیا کریں جو مدارس سے فارغ ہوتے ہیں وہ عصری تعلیم سے دور جو عصری تعلیم کے حامل ہیں وہ دین سے دور دونوں مل کے ہی کچھ کرسکتے ہیں'' یہ سب باتیں بڑے لوگوں کی ہیں۔

حالات بڑے نازک ہوتے جارہے ہیں ہر سال کوئی نہ کوئی بڑا عالم ہم سے دور ہورہا ہے اسکا خلا پر نہیں ہوتا ہے، اگر ہم یوں ہی بیکار رہے تو چند برسوں بعد ہم نئی نسل کے علماء عوام کی تو دور مدارس کے طلباء کی بھی صحیح راہنمائی نہ کرپائیں گے اب بھی وقت ہے اپنا وطیرہ بدلنے کی کوشش کرلیں، فراغت کے بعد بھی شوق کیساتھ مطالعہ جاری رکھیں تاکہ جہاں بھی ضرورت پڑے ہم اسے پر کرسکیں، اللہ ہمارا حامی وناصر ہے۔

سب سے ضروری چیز کہ ہم جہاں بھی ہوں حرام کے رسیا نہ بنیں لوگوں کو بھی سمجھائیں کہ حلال روزی ہی کامیابی کا راستہ ہے اس کے بغیر ہماری ساری عبادتیں وریاضتیں بیکار ہیں، ہم کامیابیوں کے لئے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعائیں ان سنی ہوجاتی ہیں ہمیں اسی صورت میں کامیابی مل سکتی ہے جب صاحب ایمان ہوں، صاحب ایمان تبھی ہوسکتے ہیں جب عبادتوں میں خلوص ہو ہم احکام شرعیہ پر کاربند ہوں ہماری عبادتیں ودعائیں اسی وقت قبول ہوں گی جب رزق حلال ہوگا ورنہ ''اين يستجاب''۔

میدان میں آئیں اور بڑھتے قرض کا بوجھ اتاریں، مسلم عوام کے سب سے قریب علماء ہی رہتے ہیں اس قربت کا فائدہ اٹھانے کی سخت ضرورت ہے، اللہ ہم تمام کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆☆

شموگہ میں دعوتی سرگرمیوں کا تاریخی جائزہ

راشد حسن فضل حق مبارکپوری/فاضل جامعہ سلفیہ

شموگہ Shimoga صوبہ کرناٹک کا ایک معروف ومشہور شہر ہے، صحیح اعداد وشمار کے مطابق کرناٹک میں ۱۴فیصد مسلمان بستے ہیں، یہاں تقریباً ۳۰شہر ایسے ہیں جنہیں تاریخی، ثقافتی اور تجارتی وصنعتی اہمیت حاصل ہے، ان میں سے شموگہ کی اہمیت کئی اعتبار اسے دیگر شہروں کے بالمقابل زیادہ ہے، یہ بنگلور Bangalore ''کرناٹک کی راجدھانی'' سے تقریباً ۲۷۵ کلومیٹر کی دوری پر جنوب میں واقع ہے، اس کی معاشی واقتصادی خوش حالی نے اسے بنگلور ثانی کا درجہ دے رکھا ہے، وہاں کے مضافات میں کچھ ایسے علاقے ہیں جو بہت پرفضا اور خوبصورت ہیں، ایک جگہ Sakre bale ہے، جہاں کی فضا بڑی پرکیف ہے، علاقہ خالص کوہساری ہے، اسی سے قریب ایک علاقہ Lion Safari ہے، جہاں ایک بڑا سا Zoo ہے، آگے ایک چھوٹا سا جنگل ہے، جسمیں شیر اور چیتے آزادی سے کھلے گھومتے ہیں۔

ان خوبیوں کے ساتھ شموگہ مختلف مذاہب ومسالک کے پیروکاروں کا سنگم ہے، چنانچہ اسلام، عیسائیت، ہندوازم، جین ازم، اور بودھ ازم وغیرہ وہاں کے اہم مذاہب ہیں، ایشیاء کی سب سے بڑی عیسائی عبادت گاہ یہیں ہے، مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کی تقریباً ۱۰۲مسجدیں ہیں، مسلمانوں کے کم وبیش تمام ہی مسالک کے لوگ مثلاً ''سلفی، دیوبندی، شافعی، بریلوی، شیعہ، بوہرہ، مہدوی، اور قادیانیت، وغیرہ'' موجود ہیں، شموگہ میں سلفی دعوت کی ایک غم آگیں تاریخ ہے جس کا ایک واقعاتی پس منظر قلم کے واسطہ کاغذ پر آنے کے لئے بے تاب ہے۔

اس دلخراش داستان کا آغاز اس طرح ہوتا ہے، کہ ۱۹۸۵ء میں بنگلور سے عبیداللہ نامی ایک شخص سلفیت سے وابستہ ہوکر شموگہ Shimaga تشریف لائے، اس وقت جبکہ وہاں سلفیت کا وجود ہی نہیں تھا، لیکن ان کی دعوت محدود رہی، سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا، انہیں دنوں اسی علاقے میں ایک قادیانی عالم کا خطاب ہوا، حق کی تشنگی بھی کیا تشنگی ہے، انسان کو ہر جگہ کھینچ کر لے جاتی ہے، چنانچہ وہاں کچھ ایسے نوجوان پہونچے، جو تعلیم یافتہ بھی تھے اور گہری بصیرت وحقیقی شعور کے حامل بھی، پھر ایک عالم نے اپنے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، لوگو! تم تمام مسالک ومذاہب کے افکار ونظریات کو پڑھو، سمجھو اور ان کے لوگوں سے ملو، مگر سلفیت کے قریب بھی نہ بھٹکنا، کیونکہ یہی لوگ اسلام کے اصل دشمن ہیں، یہی جملہ تھا جو ان نوجوانوں کا سلفیت کی طرف رجحان کا سبب بنا، کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ قادیانیت کو علماء اسلام نے متفقہ طور پر دائرۂ اسلام خارج قرار دیا ہے، اس لئے سلفیت کی چھان بین شروع کردی، سلفی افکار وعقائد پر لکھی گئی کتابوں کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ شروع کیا، قریبی علاقوں میں تلاش حق کے لئے دورہ کیا، ہر جمعہ اہل حدیث کے مختلف مساجد میں علماء کے بیانات سننے کے لئے جاتے، پھر اللہ تعالی کی رحمت اس کے فضل وکرم سے شرک وبدعت سے تائب ہوکر سلفیت سے وابستہ ہوگئے جن جوانوں کو توفیق ملی، ان میں

نمایاں نام اسماعیل بھائی کا تھا، جو بعد میں چل کر وہاں کی جمعیت کے صدر منتخب ہوئے، اسطرح شدہ شدہ دعوت کا کام چلتا رہا ،پھراس وقت کرناٹک کی جمعیت کے صدراورنہایت قابل احترام شخصیت فضیلۃ الشیخ عبدالوھاب جامعیؔ حفظہ اللہ سے ان کی ملاقات ہوئی، شیخ کی شخصیت ہندوبیرون ہند میں محتاج تعارف نہیں، انہوں نے ان پرستاران حق اور رہنروران کتاب وسنت کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کا بھرپور تعاون کیا، بلکہ تاحیات ان کی دینی وروحانی والداور مونس وغمخوار بن گئے، مشکلات میں حوصلہ دیا، طوفانوں سے لڑنے کا سلیقہ سکھایا، اورخوداس قافلے کے میر کارواں بن گئے، اقبال کے لفظوں میں۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

چنانچہ ۱۲ رآدمیوں پر مشتمل ایک جمعیت تشکیل دی، اس طرح شموگہ کے کشت زاروں میں سلفیت کا پہلا تخم پڑا، پھر یہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کرگیا ’’کزرعٍ أخرج شطأه فازره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ‘‘(الایۃ) یہ ایسا درخت ہے جس کی جڑیں تو زمین میں ہیں مگر شاخیں آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں ’’أصلها ثابت وفرعها فى السماء‘‘۔

رسا أصله تحت الثرى وسمابه
إلى النجم فرع لا ينال طويل

اس طرح چند ایام تک شرک وبدعت، بددینی وبدخلقی سیاہ ومہیب تاریکی میں قندیل حق کی روشنی کو پھیلانے کی امکانی مگر خاموش کوششیں جاری رہیں، پھر حق کی معرفت کے بعد خامشی کے حصار سے نکلنا اور سکوت کی زنجیر کو پاش پاش کرنا یقینی تھا، کیونکہ ’’ تالله لاكيدن اصنامكم.....کے فرمان سے ابراہیم کا کفروشرک سے اعلان جنگ واضح ہو چکا تھا، اس کے عملی آغاز کے لئے انہوں نے ’’لائبریری کا قیام‘‘ دعوت کی راہ میں وقت کی ایک اہم ضرورت سمجھا، کرایہ کے ایک مکان میں لائبریری ۱۹۹۷ء میں قائم کردی گئی، یہ سب کچھ ان کے مرشدورہنما شیخ عبدالوھاب جامعیؔ کے ایماء وذمہ داروں کے مشورے پر ہوا تھا، لائبریری کے قیام سے مخالفین کے خیموں میں ہلچل مچ گئی اور ان پر تکفیر کے فتوے صادر کئے جانے لگے، طرح طرح کے پروپیگنڈے کئے گئے، پورے شہر میں ان کے خلاف محاذ کھول دیا گیا، بالآخر مسلک کے نام پر لائبریری پر شدید اجتماعی حملہ اس وقت ہوا، جبکہ اس میں درس وتدریس دین سیکھنے کا کام ہورہا تھا، وہاں کے ذمہ داروں ونوجوانوں کو مارپیٹ کر باہر نکال دیا گیا، آہ.....اس دلدوز سانحہ کا تذکرہ راوی کررہا تھا، تو میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں، افسوس کہ امت کی سنگ دلی، سیاہ باطنی اور تاریکئ ضمیر کا یہ عالم ہے، صد ہزار نالہ وآہ بکا ایسی بداندیشگی پر.......ایسی ناعاقبت اندیشی پر......اس موقعہ سے اقبالؔ کا یہ شعر بار بار یاد آرہا تھا۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

بہر کیف اس حادثہ کے بعد پولیس کے مشورے سے وہ جگہ خالی کردی گئی، پھر اسی سال یعنی ۱۹۹۹ء میں لائبریری کے لئے الگ سے جگہ خرید کراسے رجسٹرڈ کراکے قانونی کاروائی مکمل کرالی گئی، اور کام چلتا رہا...،۲۰۰۵ء کا سن تھا، جماعت قدرے مستحکم ہوچکی تھی، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور چلنے کا سلیقہ سیکھ لیا تھا، اس لئے اسے ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی کہ جس سے ایک طرف دعوتی کاز بھی ترقی کے منازل طئے کرتا رہے، تو دوسری طرف لوگ صحیح منہج کے مطابق اپنی عبادت کو سرانجام دے سکیں، چنانچہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر اسی لائبریری کے بائیں جانب ایک بڑی جامع مسجد کا سنگ بنیاد شیخ عبدالوھاب جامعیؔ کے ہاتھوں عمل میں آیا، ’’اس وضاحت کے ساتھ کہ اس سے قبل لوگ لائبریری میں نماز پڑھتے تھے اور اس سے قبل ایک صاحب کی دوکان پر‘‘ اس وقت کم وبیش ۱۰۰افراد سلفیت کے شجر سے پیوستہ ہو چکے تھے، پھر اللہ کے فضل وکرم سے ایک پرشکوہ مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی، اس کے لئے ایک افتتاحی جلسہ زیر صدارت مولانا عبدالوھاب جامعیؔ منعقد ہوا، جس میں سلجھے ہوئے انداز میں سلفیت کے عقائد ومنہج اور افکار ونظریات پر گفتگو کی گئی، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اپنوں اور غیروں کی جانب سے پھیلائی گئی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں، اتہامات والزامات کی حقیقت واشگاف ہوئی، بہت سے لوگوں کی وابستگی نہ سہی مگر سلفیت سے قربت ضرور ہوئی، ایک ایسی جگہ جہاں لوگ سلفیت، وہابیت اور قادیانیت کو ہم معنی سمجھتے ہوں، وہاں اس طرح کی کامیابی بھی سودمند ثابت ہوکرتی ہے، مسجد R.M.L نگر میں بہت مناسب جگہ بنائی گئی، اس کے گرد سلفیوں کے گھر بسائے گئے، تاکہ ’’یاروں‘‘ کی جانب سے وقوع پذیر ہونے والے کسی بھی قسم کے خطرات سے محفوظ رہا جاسکے، یہ پیش بینی اپنی جگہ درست بھی تھی، کیونکہ اسی شہر کے بازار میں دو مکاتب فکر کے لوگوں کے مابین مسجدوں پر حملے کے واقعات ہو چکے تھے، اس گہری سی سوجھ بوجھ اور فقیہانہ بصیرت وآگہی کا اصل مرجع وہاں کے حالیہ صدر اسماعیل بھائی اور ان کے بعض رفقائے خلوص کار ہیں، جن کے بے پناہ جدوجہد، بے داغ محنتوں اور بےلوث وقتی ومالی قربانیوں سے سلفیت کو عروج ملا، زندگی وتابندگی ملی، فجزاهم الله أحسن الجزاء۔

فکر ونظر میں تبدیلی کے تاریخی تسلسل کا انقطاع اور ابتلا، فتنوں اور آزمائشوں کے دور کا خاتمہ ابھی نہیں ہوا، کیونکہ وہاں کی تاریخ کا سب سے روشن ورق الٹنے کے لئے قدرت کے ہاتھ جنبش میں آچکے تھے، گمراہی کی جان لبوں پر آچکی تھی، کہ ہدایت کا ستارہ انقلاب کے جھروکوں سے جھانک رہا تھا، ۲۰۰۹ء کا سال تھا، ایک عظیم الشان سلفی اجتماع ہوا، جسمیں ہندوستان کی چیدہ وچنندہ شخصیات نے شرکت کی، اسمیں سلفی منہج وعقائد کی ایجابی تشریح کی گئی، جس کے اثرات دوررس اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے، بڑے پیمانہ پر لوگ سلفیت سے وابستہ ہوئے، لیکن اس کے دوبدو حریفانہ برتاؤ اور ظالمانہ رویوں کا پایہ عروج ہونا یقینی وفطری تھا، چنانچہ قریہ قریہ، شہر شہر ہنگامہ آرائی وقیامت خیزی برپا کردی گئی، کوشش تھی کہ ان کی کاوشوں، محنتوں اور دعوتی

سرگرمیوں کے ستارۂ اقبال کو اپنی مخالفانہ حرکتوں اور معارضانہ عداوتوں سے ماند کردیا جائے ،مگر ایسا نہ ہوسکا، پھر نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن عجلت بھری بوکھلاہٹ میں مناظرہ کا اعلان کردیا گیا، اوراس میں سلفیت کو عجیب وغریب ، بے تکے، جاہلانہ اور مضحکہ خیز الزامات سے نوازا گیا۔

یا من یساجلنی ولیس بمدرک شـأوی وأین لـه جـلالـة منصبـی
لاتتعـبنّ فـدون مـا أمّلتــه خرط القتادة وامتطاء الکوکب (أبیوردی)

چنانچہ وہاں کے ذمہ داروں نے عملی سوجھ بوجھ اور حکمت ومصلحت کا دامن تھامے رکھا، جمعیت سے مدد چاہی، مگر افسوس کہ جمعیت کے ذاتی وآپسی اختلافات نے ان کی مدد سے روکے رکھا، پھر مجبور ہوکر وہاں کے ذمہ داروں نے قانون کا سہارا لیا، پھر قانون نے جو منصفانہ فیصلہ کیا وہ ان کے لئے سامان عبرت وموعظت اور ذمہ داروں کے لئے صحیفۂ عزم وہمت ثابت ہوا، چونکہ مسئلہ بالکل واضح اور غیر پیچیدہ تھا، اس لئے سلفیت کے حق میں فیصلہ فطری تھا، وہی ہوا بھی، اس طرح اختلافات ونزاعات کی دیوار بظاہر منہدم ہوگئی، مگر داخلی واندرونی بغض وعناد، عداوت ودشمنی کی خلیج وادیاں ابھی درمیان میں حائل تھیں، اور قدرت کو یہ منظور نہ تھا، کہ اس مہلک مرض وذہنی طاعون میں ان کو مبتلا رکھا جائے، چنانچہ ابھی دو مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ اسی شہر میں ہندو مسلم فساد ہوگیا، اس وقت مسلمانوں نے ہوش کے ناخن لیے، اتحاد باہمی کی کوششیں کی گئیں ،جس کے نتیجے میں ایک ''مسلم متحدہ محاذ'' قائم کیا گیا، اخوت ویگانگت کی فضا تو بظاہر ضرور قائم ہوگئی مگر نفرت کا بیج پڑ چکا تھا اس لئے بعد تک اس کے مظاہر قوتوں کے استعمال اور کثرت تعداد کے اظہار کی شکل میں ظاہر ہوتے رہے، جبکہ کثرت کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، وقلیل من عبادی الشکور، عربی شاعر کہتا ہے۔

تعیّرنا أنا قلیل عدیدنا فقلت لها ان الکرام قلیل

سرزمین ہند میں اگر دعوتی کاز کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ جہاں ایک طرف غیر مسلمین کی جانب سے دعوتی رکاوٹیں اور مشکلات ہیں دوسری جانب خود مسلمانوں کو بعض جماعتوں کی جانب سے سلفی دعوت کے درپردہ خاتمہ کی کوششیں جاری ہیں، اس کے لئے پیش ضابطگی ناگزیز ہے، سلفیان ہند کے لئے ۳ دعوتی محاذ نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

(۱) غیر مسلمین کے مابین دعوت وتبلیغ کرنا۔

(۲) مسلمانوں کے غیر جماعتی حلقوں میں اصلاح عقائد واعمال کرنا۔

(۳) خود اپنے جماعتی حلقۂ ''سلفیت'' میں اصلاح اخلاق وکردار کرنا۔

مگر اس کے لئے رضا کارانہ جدوجہد، پرجوش حرکت وعمل اور غیر معمولی سرگرمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، اصول وضوابط ، حدود وقیود متعین کرنا ہوگا، ہر قسم کی علمی وعملی قوتوں سے لیس ہونا ہوگا، تنظیمی صلاحیتوں اور تعمیری لیاقتوں کو بروئے کار لانا ہوگا، تاکہ دعوت کے تینوں محاذوں پر کامیابی کو یقینی بنایا جاسکے۔

گفتگو ہورہی تھی کرناٹک میں دعوتی سرگرمیوں کے حوالہ سے، اس لیے ذیل میں ان تمام اہل حدیث مساجد کا تذکرہ

مناسب ہوگا، ان کا مختصر سا خاکہ سامنے آجائے، اور وہاں کا دعوتی ارتقاء سمجھنے میں آسانی ہو۔

نام اضلاع	تعداد مساجد
CHAMRAJ NAGAR	5
TOMKUR	5
DHARWAR	2
BAGALKOT	3
MANDYA	2
HASAN	1
SHIMOGA	2
BHIMOGA	1
KOPPAL	1
UDUPI	1
MERCARA	4

نام اضلاع	تعداد مساجد
KARWAR	25
BIJAPUR	22
BALLARI	20
BANGALORE	22
DAVANAGERE	16
KOLAR	16
GULBARGA	13
MANGALORE(D.K.)	25
CHITRADURGA	10
HAVERI	8
RAICHUR	5
MYSORE	5

☆☆☆

قارئین محدث کی خدمت میں

ماہنامہ ''محدث'' جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس سے شائع ہونے والا جماعت اہل حدیث کا واحد رسالہ ہے جو مسلسل کئی دہائیوں سے دینی، اصلاحی اور علمی معلومات آپ تک پہنچا رہا ہے، اس رسالے کا مقصد ہی یہی ہے کہ عوام تک صحیح اور نکھرا ہوا اسلام پہنچائے، ہم نے رسالے کے لیے ایسی پالیسی بنائی ہے کہ عوام وخواص سب یکساں طور پر اس سے مستفید ہوسکیں۔

محدث کا زرسالانہ نہایت قلیل یعنی -/Rs.150 ہے، ہمارے بہت سے اخوان صرف لاپرواہی کی وجہ سے مدت خریداری ختم ہونے کے بعد بھی زرسالانہ نہیں بھجواتے ہیں، حالانکہ اس کی اطلاع انہیں دے دی جاتی ہے، اس طرح کئی سال کا بقایا رہ جاتا ہے، جب محدث ارسال کیا جاتا ہے تو اس کے ایڈریس لیبل پر مدت خریداری اور اشتراک نمبر لکھ دیا جاتا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اسے ضرور ملاحظہ کرلیا کریں۔ ہمارا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ محض آپ کی غفلت کی وجہ سے رسالہ بھیجنا بند کریں، ہم سب کے لیے یہ ایک بڑا نقصان ہوگا۔

جن قارئین کے ذمہ محدث کا بقایا ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ بقایا رقم جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ ہمارے رسالے کو معاشی بحران کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ والسلام (ادارہ محدث)

۱؎ اسے عربی میں ''الغرفة ابوهريرة'' اور ہماری زبان میں ''بورے'' کہتے ہیں، مبارکپور میں معتد بہ تعداد میں موجود ہیں مصران کی اصل آماجگاہ ہے، اس موضوع پر استاذ گرامی قدر فضیلة الدکتور رحمة اللہ الاثری المدنی حفظہ اللہ کے ماجستر کا محققانہ رسالہ بیروت سے شائع ہوچکا ہے، جو خود اپنے باب میں منفرد وممتاز ہے، فجزاه الله خيراً وبطول بقاءه.

اردو صحافت اور اخلاقیات

رفیع احمد سلفی

اخبار عصر حاضر کا آئینہ اور مستقبل کا اشارہ ہوتا ہے، قوم کا رہبر اور دشمن کا مخبر ہوتا ہے، ایک شفیق حکیم، ایک ناصح اور معلم ہے، اخبار تنہائی کا جلیس، وحشت کا انیس اور علما اور اسکالر کا سرمایہ ہے، تاجروں کا رہبر، ارباب حکومت کا مشیر اور کسانوں کا معین ہے، اخبار مدنیت کا مضبوط قلعہ، حق وصداقت کی آواز اور سعادت انسانی کا مضبوط پہاڑ ہے۔ اخباروں کا معیار قوموں کی ترقی کے ساتھ منسلک ہے۔

مفکرین اور دانشوروں نے صحافت کے جن مقاصد کی طرف رہنمائی کی ہے، اس کا لب لباب یہ ہے: صحافت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تازہ ترین خبروں سے آگاہ کیا جائے، عصر حاضر کے واقعات کی تشریح کی جائے اور ان کا پس منظر واضح کیا جائے تا کہ رائے عامہ کی تشکیل کا راستہ ہموار ہو۔ صحافت رائے عامہ کی ترجمان اور عکاس بھی ہوتی ہے اور رائے عامہ کی رہنمائی کے فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔ عوام کی خدمت اس کا فریضہ ہے۔ معاشرے کو صحافت سے اور صحافت کو معاشرے سے جدا کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ معاشرے میں حریت اور آزادی کا بول بالا ہوگا تو صحافت بھی آزاد ہوگی۔ صحافت کی آزادی معاشرے کو صحت مند رکھتی ہے۔ اور صحت مند معاشرہ صحافت کی آزادی کا محافظ ہوتا ہے۔ سیکولر اقدار کا حامل اور اس کا ضامن ہوتا ہے۔ یہی وہ نکات ہیں جہاں پہنچ کر ایک صحافی کو یہ جاننے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اظہار رائے اور خیال (Freedom of Speech & Expression) کی اس شعبے میں عملی طور پر کتنی آزادی عطا کی گئی ہے اور وہ کیا حدود ہیں جن کے اندر رہ کر ایک صحافی کو اپنے پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے چاہئیں۔

اردو صحافت پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو صحافت کا آغاز غلامی کے دور میں ہوا، جب انگریزوں کی جابرانہ حکومت ہندوستان کے بیشتر حصوں پر قائم ہو چکی تھی۔ 1822 میں اردو کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' کلکتہ سے نکلنا شروع ہوا۔ اس کے اجراء کے ایک عرصہ بعد 1857 کا خونچکاں واقعہ رونما ہوا۔ ہندوستان میں آزادی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر کس و ناکس آزادی کے حصول کے لئے مضطرب و بے چین ہو گیا۔ اردو صحافت نے بھی اس کی حصولیابی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اردو کے بیشتر اخبارات انگریز مظالم اور ان کی پالیسیوں کے ردعمل کے طور پر وجود میں آئے اور صحافت میں ایک جارحانہ رویہ کی بنیاد ڈالی۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اردو صحافت اپنے آغاز ہی سے ردعمل کی پیداوار رہی ہے۔ مسلمانوں کے تمام اخبارات کسی نہ کسی

''دشمنِ اسلام'' کے خلاف ردِعمل کا نتیجہ تھے۔واقعات کی صحیح رپورٹنگ، منصفانہ تجزیہ اوراخلاقی پہلواردواخبارات میں کم ہی نظر آتا ہے۔اردوصحافت کی بدقسمتی یہ بھی رہی ہے کہ اس کو ابھی تک شخصی اخباروں سے نجات نہیں ملی ہے۔آج ہندی یا بنگلہ میں شخصی اخبارختم ہو چکے ہیں یا جو ہیں وہ کمپنی کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔لیکن اردواخبارات کے ساتھ ایسا نہیں ہوسکا ہے۔یہ بھی صحیح ہے کہ الفاظ کے استعمال میں اردواخبارات کا رویہ محتاط نہیں ہے۔وہ پہلی نظر میں جذباتی اور اشتعال انگیز انداز میں مسائل کو بیان کرتے ہیں۔اخبارات کی سرخیاں اورکالم کے عناوین کا انتخاب ایسا ہوتا ہے کہ عناوین اورخبروں کی رپورٹنگ میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔دراصل صحافت میں واقعات کی رپورٹنگ کرتے وقت الفاظ کا استعمال غور طلب امر ہے۔ جو مشق وممارست کے ساتھ تفکر وتدبر کا مطالبہ کرتا ہے۔

صحافتی اخلاقیات کی اہم خصوصیت واقعہ اورصورت حال کے مطابق رپورٹنگ ہے، حالات وواقعات کوٹھیک ویسا ہی بیان کرنا جیسا کی فی الواقع ہیں۔لیکن موجودہ دور میں اگر ہم موازنہ کریں تو اردوصحافت اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔صرف چنداخبارات کوچھوڑ کرواقعات کی رپورٹنگ میں ان کا رویہ وکیل صفائی کا ہوتا ہے۔وہ واقعات اور حادثات کوایک ہی عینک سے دیکھتے ہیں۔جبکہ اخلاقی اورمنصفانہ رویہ کی نگاہ ہمیشہ وسیع ترحقیقتوں پر ہوتی ہے۔وکیلانہ اورجذباتی رویہ محدود مفادات کا نمائندہ ہوتا ہے۔اس کے اثرات دیرپا نہیں ہوتے اورمنصفانہ رپورٹنگ یا تجزیہ ایک آفاقی صداقت ہےاورصحافی کا اخلاقی فریضہ ہے جس سے انکارتو کیا جاسکتا ہے لیکن راہ فراراختیار نہیں کیا جاسکتا، وکیلانہ اورجذباتی رویہ کا حامل دہلی سے نکلنے والا اخبار''روزنامہ راشٹریہ سہارا'' ہے۔ یہ اخبارگرچہ کمپنی یا گروپ کے تحت نکلتا ہے۔لیکن امرواقعہ یہی ہے کہ وہ شخصی اخبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔2002 میں ہوئے گجرات فسادات اور 2009 میں ''بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر'' کی رپورٹنگ اوراس کے تجزیے جس طرح سے سامنے آئے اس کو دیکھ کر مثبت نقطۂ نظر کے فقدان کا احساس ہوتا ہے۔یہ دونوں واقعات یا اس طرح کے دوسرے بے شمار انکاؤنٹرز صرف ایک قوم کا مسئلہ اورلمحہ فکریہ نہیں بلکہ یہ ہندوستانی جمہوریت کے اقدار پر ایک بدنما داغ ہے۔جس کی رپورٹنگ اورتجزیہ جمہوری اصولوں بالخصوص اخلاقی پہلوکو مدنظر رکھ کر ہونی چاہئے۔صحافتی اخلاقیات کی ایک اہم شرط معروضیت بھی ہے۔صحافت کے لیے ضروری ہے کہ وہ واقعات اورحالات کومعروضی انداز میں غیر جانب داری کے ساتھ بیان کریں اوراپنی تحریروں میں احساسات وجذبات کوشامل نہ کریں۔ایسے الفاظ اور جملے کا استعمال نہ کریں جن کے ایک سے زیادہ مطالب نکالے جاسکیں یعنی ذومعنی الفاظ اور جملوں کے استعمال سے پرہیز کریں۔زندگی کی کیفیتوں اوراس کے مختلف مظاہر اور کرداروں کو بیان کرنا ایک فن ہے۔اس میں الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی ساخت کے ساتھ ساتھ جملوں کی درجہ بندی بھی بہت اہم ہوتی ہے۔

معروضیت کی مذکورہ بالا شرط اردو اخبارات میں کم ہی نظر آتی ہے۔ جب بھی کوئی سیاسی واقعہ یا بڑا حادثہ پیش آتا ہے۔ اس کی رپورٹنگ میں اردو صحافت کے احساسات و جذبات کی عکاسی نظر آتی ہے۔ اور یہ احساس مظلومیت اور احتجاجی رویہ کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جو قوم احساس کمتری میں، جذباتیت اور احتجاج میں زندگی بسر کر رہی ہو وہ واقعات اور حالات کو غیر جانب داری کے ساتھ بیان نہیں کرسکتی۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے اردو صحافت کو منفی رویہ کا حامل بنایا۔ اس احتجاجی رویہ نے زرد صحافت کو فروغ دیا۔ اس کی معقول وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ 1857 کی جنگ آزادی جب ناکام ہوئی تو مسلمانوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چونکہ مسلمان اس جنگ میں پیش پیش تھے اور اس کی قیادت آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے انگریزوں کا ظلم و جبر مسلمانوں پر آفت بن کر گرا اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ ظاہر ہے اس وقت اردو صحافت مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی اور اس کا سیدھا اثر اس پر پڑا۔ نیز برطانوی حکومت کے جو ہمنوا اخبارات تھے انہوں نے مسلمانوں اور اردو صحافت کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کیا نیز اردو اخبارات کو بغاوت بھڑکانے میں مدد دینے کا قصوروار ٹھہراتے ہوئے انہیں ضبط کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ سارے عوامل اور برطانوی ظلم و جبر نے مسلمانوں کی نفسیات کو بری طرح متاثر کیا اور نفسیاتی کیفیت احتجاجی اور جذباتی رویہ میں تبدیل ہوگئی۔ لیکن آزادی کے بعد ہندوستان کے سیاسی و سماجی حالات یکسر تبدیل ہوگئے۔ صحافت بھی نئے رنگ و روپ میں نظر آنے لگی۔ دستوری قانون نے تمام ہندوستانیوں کو یکساں مساوی حقوق عطا کیے۔ اظہار رائے اور آزادی خیال کو فرد کا بنیادی حق قرار دیا۔ صحافت حقیقی معنوں میں آزاد ہوگئی۔ اس پر گورنمنٹ یا کسی ادارہ کا کنٹرول باقی نہ رہا۔ آج کا صحافی ایک سماجی کارکن کی حیثیت رکھتا ہے جو ایک رہبر اور قائد نہ ہوتے ہوئے بھی معاشرہ کی رہبری کا کام انجام دیتا ہے۔ میڈیا کے اثرات سماج پر اتنے گہرے ہوچکے ہیں کہ صحافی کے قلم سے نکلا ہوا ایک چھوٹا لفظ شہر کے حالات کو مخدوش اور بے قابو کرسکتا ہے۔ خبر کی غلط رپورٹنگ لاشوں کا ڈھیر لگا سکتی ہے۔ اس لیے صحافی کا یہ اخلاقی فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ واقعات اور حالات کی ترسیل معروضی انداز میں غیر جانب داری کے ساتھ کرے۔ اپنے احساسات و جذبات کی آمیزش سے خبر کو مبرا رکھے۔ قلم کا استعمال اس طرح کرے کہ معاشرے میں محبت و یگانگت پیدا ہو، خیر و صداقت فروغ پائیں۔ ظلم اور بدی کی قوتیں کمزور اور بے نقاب ہوں۔

اردو صحافت میں کئی ایسے اخبارات ہیں جو جدید صحافتی تقاضے پر کھرے اترتے ہیں۔ مثال کے طور پر ممبئی سے نکلنے والا اردو اخبار ''انقلاب'' ہندوستان کے بڑے روزناموں میں شمار ہوتا ہے۔ اس اخبار میں وہ تمام خوبیاں اور خصوصیات موجود ہیں جو ایک بڑے اور معیاری اخبار میں ہونی چاہیے۔ زبان کے استعمال، واقعات کی رپورٹنگ اور تجزیہ میں انقلاب کا رویہ محتاط

ہوتا ہے اوراس اخبار نے تبدیل ہوتی ہوئی جدید دنیا کے صحافتی تقاضوں کو پورا کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔حیدر آباد دکن سے نکلنے والے دو اخبار ’’رہنمائے دکن‘‘ اور’’منصف‘‘ نے صحافتی میدان میں مثبت رویہ کا آغاز کیا۔لیکن مکمل معنوں میں ہم اسے مثبت صحافت نہیں کہہ سکتے ۔کیونکہ یہ دونوں اخبار ایک مخصوص خطہ اور کلچر کی پہچان بن کررہ گئے ہیں اوراسی کلچر کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ماضی میں کچھ ایسے اخبارات کا اجراءعمل میں آیا تھا جن کی داغ بیل مثبت طرز فکر پر رکھی گئی تھی ۔چنانچہ ’’قومی آواز‘‘ ہندوستان کا پہلا اردو روزنامہ تھا جس کو سب سے زیادہ وسائل اور سہولتیں حاصل تھیں ۔اس نے اردو صحافت کو ایک نئی روح اور نئی پہچان دی۔قومی آواز نے اردو صحافتی دنیا میں ذمہ دارانہ صحافت اور مثبت طرز فکر کو فروغ دیا۔اسی مثبت رویے کا حامل سرسید احمد خاں کا’’تہذیب الاخلاق‘‘ بھی تھا۔بلکہ اردو صحافت کی پوری تاریخ میں یہی ایک اخبار ہے جس کی بنیاد اغیار کے خلاف احتجاج وانتقام پر نہ تھی بلکہ اپنی قوم کی اصلاح وتعمیر کے مثبت جذبہ پر تھی۔سرسید چاہتے تھے کہ مسلمان انگریزوں سے مصالحت کریں۔جدید علوم سیکھیں اورانگریزی لکھنا بولنا جانیں تاکہ ترقی کرسکیں۔سرسید اس اخبار کے ذریعہ مسلمانوں کی ذہنی تربیت اوران کی تعمیری و مادی حالات کو سازگار بنانا چاہتے تھے۔انھوں نے اردو صحافت کو قومی مقصد کے لیے سب سے زیادہ استعمال کیا۔اردو صحافت کو بنایا،سنوارا اور احتجاجی رویہ کے دلدل سے باہر نکالا۔

آج اردو اخبارات کو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو مایوسی ہاتھ آتی ہے۔کیونکہ اخبارات خواہ اس کی اشاعت کسی زبان میں ہوتی ہو اس کا فریضہ رونما ہونے والے واقعات اور حالات کی ترسیل ہے۔ان واقعات اور حالات کا تجزیہ مقصود ہوتو صحافت دستوری قوانین،اخبار کی پالیسی اورسب سے بڑھ کر اخلاقی پہلو کی پاسداری بہرحال کرنی پڑتی ہے۔ورنہ صحافت اور سیاست کے درمیان تفریق مشکل ہوگی ۔اخلاق ایک آفاقی صداقت اور انسانی جبلت ہے اور فطرت انسانی سے انحراف غیر محبوب عمل اور اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

☆☆☆

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چند علامتیں

محمد حامد محمد شفیع متعلم جامعہ سلفیہ ف ا

اللہ رب العالمین کے بعد اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت ومودت ایمان کا لازمی جزء ہے، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اپنی جان، مال اور اہل وعیال سے بھی زیادہ محبت کرے، کیونکہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے''لایومن أحدکم حتی اکون أحب الیه من والده وولده والناس أجمعین''(۱) کہ کسی بھی فرد کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے آباء واجداد، اولاد واحفاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی نے ان لوگوں کی سخت مذمت کی ہے اور انہیں عذاب کی وعید سنائی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، قرابت دار، کسب شدہ مال، تجارت اور بلند وبالا عمارت کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں، اور ان کی خوشنودی ورضامندی کے حصول کی جستجو میں اپنی چند دنوں کی زندگی کو رائیگاں کر دیتے ہیں، حالانکہ مذکورہ بالا چیزیں یوم آخرت کو ان کے کچھ کام آنے والی نہیں ہیں جیسا کہ''یوم لا ینفع مال ولا بنون''(۲) جس دن کہ مال واولاد کچھ کام نہ آئے گی (جونا گڈھی)''ولا یسئل حمیم حمیما''(۳) اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا (جونا گڈھی) اور''لکل امرئ منهم یومئذ شان یغنیه''(۴) ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر دامن گیر ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی (جونا گڈھی) جیسی آیات اس بات کی تصدیق کیلئے کافی ہیں، ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ ہر عمل کا ایک مخصوص طریقہ کار رہتا ہے اگر اس عمل کو اس کے متعین کردہ قوانین ونوامیس کے مطابق انجام دیا جائے تو اس میں کامیابی کی قوی امید ہوتی ہے لیکن اگر اس متعین کردہ طریق سے انحراف کیا جائے تو اس عمل میں کامیابی مشکل بلکہ بعض اوقات محال ہو جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ سے محبت بھی اگر دین وشریعت کے قواعد وضوابط کے مطابق کی جائے تو اس کے اچھے فوائد وثمرات کا حصول لازمی ہے لیکن اگر خود ساختہ طریقوں اور گھڑے ہوئے افعال سے اس مبارک عمل کو انجام دیا جائے تو اس سے حصول اجر وثواب کی امید تو کجا اس کے وبال جان بننے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا''من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد''(۵) جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے اور مزید فرمایا:''إیاکم ومحدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة وإن کل بدعة ضلالة''(۶) لوگو!

(۱) صحیح بخاری حدیث: ۱۵ (۲) سورۃ الشعراء آیت: ۸۸
(۳) سورۃ المعارج آیت: ۱۰ (۴) سورۃ عبس آیت: ۳۷
(۵) صحیح مسلم حدیث: ۱۷۔۱۸ (۶) مسند احمد عن عرباض بن ساریہ، قال احمد شاکر اسنادہ صحیح

دین میں نئی ایجادات سے بچو کیوں کہ دین میں ہرنئی چیز بدعت ہےاور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لہذا رسول اکرم ﷺ سے محبت بھی شریعت کے حدود وقیود میں رہ کر کرنا چاہیے ،آج مسلمانوں کا ایک طبقہ ہر قسم کی گمراہی وضلالت میں مبتلا ہے حتی کہ شرکیہ اعمال بھی اس سے سرزد ہوتے ہیں لیکن بایں ہمہ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا محبّ رسول باور کراتا ہےاور خود کو عاشق رسول کے نام سے موسوم کرتا ہےاور وہ لوگ جو ان کے باطل طریقوں کو چھوڑ کر صاف ستھری شریعت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں انہیں دشمن رسول اور دشمن دین سمجھتا ہے۔

ذیل میں قرآن وحدیث کے مطابق کچھ ایسی علامات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن سے محبان رسول اور غیر محبان رسول کے درمیان آسانی سے تفریق کی جاسکتی ہےاور ہر شخص اس کے تناظر میں یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ نبی ﷺ سے حقیقی محبت کرنے والا کون ہے؟

(۱)اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ ﷺ سے محبت کرنے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آپ کی اتباع کی جائے ،زندگی کے ہر موڑ پر آپ کے بتائے ہوئے طریقوں سے رہنمائی حاصل کی جائے ،کیوں کہ اللہ رب العالمین نے آپ کو کائنات ارضی کے تمام انس وجن کے لئے اسوہ بنایا ہے ارشاد باری ہے”لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة “(۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے (جونا گڈھی)

قرآن مجید میں جابجا”أطيعو ا الله و أطيعوا الرسول “کا فرمان صادر کرکے اللہ سبحانہ وتعالی نے مسلمانوں پر آپ کی اطاعت واتباع کو لازم قرار دیا ہےاور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمابرداری سے انحراف کرے اور آپ کے احکام کی خلاف ورزی کرے اللہ نے اس کے ایمان کی نفی کی ہےاور اسے فتنہ ودردناک عذاب کی دھمکی دی ہے فرمایا:”فلا وربك لايومنون حتى يحكموك فيماشجر بينهم “(۲) سوقسم ہے تیرے پروردگار کی !یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں (جونا گڈھی) مزید فرمایا:”فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب اليم “(۳)

سنو جولوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہونچے (جونا گڈھی)

اتباع نبوی صرف علامت محبت نبی ہی نہیں بلکہ اللہ سے بھی محبت کرنے کی بہت بڑی نشانی ہے چنانچہ جب نصاری کا وفد مدینہ میں آیا اور اپنے آپ کو اللہ کا محبّ ظاہر کیا تو اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کی محبت کی صداقت کا معیار اتباع نبوی کو بنایا اور

(۱) سورۃ احزاب آیت:۲۱ (۲) سورۃ نساء آیت:۶۵

(۳) سورۃ نور آیت:۶۳

یہ حکم نازل فرمایا ’’قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم (۱) کہہ دیجئے ! اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا (جونا گڈھی)

معلوم ہوا کہ جو نبی ﷺ کے احکام واوامر کی پیروی کرے وہی ان سے محبت کرنے والا اور ان کی تکریم کرنے والا ہے اس مفہوم کو ایک عربی شاعر محمود بن حسن الوراق نے کیا خوب انداز میں بیان فرمایا ہے:

لوكان حبك صادقاً لاطعته

إن المحب لمن يحب مطيع

(۲) بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا:

آپ ﷺ سے محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر خیر ہو علی الفور زبان پر درود کا ورد جاری ہو جائے اور نبی ﷺ کی ذات پر صلاۃ وسلام پڑھنے کے لئے دل تڑپ اٹھے اور یہ جذبہ کیوں کر نہ پیدا ہو جب کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے دین ودنیا کی سعادت کا ذریعہ ہیں، چنانچہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: ’’إن الله وملائكته يصلون على النبى يايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما‘‘ (۲)

اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو (جونا گڈھی) اور نبی ﷺ نے اپنے اوپر درود بھیجنے کی فضیلت بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’إذاسمعتم المؤذن فقولوا مثل مايقول ثم صلوا على، فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه بها عشرا‘‘ (۳) جب تم اذان سنو تو جس طرح موذن کہہ رہا ہے اسی طرح کہو پھر مجھ پر درود بھیجو کیوں کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، یہ اللہ رب العالمین کا خاص رحم وکرم ہے کہ ایک مرتبہ درود بھیجنے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

لیکن جہاں درود پڑھنے والوں کی یہ فضیلت بتلائی گئی ہے وہیں درود نہ پڑھنے والوں کی سخت مذمت بھی کی گئی ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’البخيل من ذكرت عنده فلم يصل على (۴) بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’رغم أنف رجل ذكرت عنده فلم يصل على (۵) اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے لیکن وہ درود نہ بھیجے۔

لہذا ہمیں آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہئے تا کہ ہم اللہ رب العالمین کے رحم وکرم سے اپنے دامن کو خزانہ

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت: ۳۱ (۲) سورہ احزاب: ۵۶۔

(۳) صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۸۴۹۔ (۴) ترمذی، (۳۵۴۶) صححہ الالبانی رحمہ اللہ

(۵) ترمذی، (۳۵۴۵) قال الالبانی رحمہ اللہ ’’حسن صحیح‘‘

رحمت سے مالا مال کرلیں لیکن ایک بات بطور خاص ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ ہمارا درود ماثور نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو، غیر ماثور درود اور غیر ماثور طریقوں سے درود بھیجنے سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہ عمل تو خسارہ اور نقصان کا باعث ہے۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور آپ سے ملاقات کی تمنا:

ہر مومن اور محبّ رسول کے قلب میں اس بات کی تڑپ ہونی چاہئے کہ اسے دیدار نبوی کا شرف حاصل ہو جائے اور آپ سے ملاقات کا موقع میسر آجائے گرچہ اس کے بدلے میں مال وجائیداد اور اہل وعیال ہی کی قربانی کیوں نہ دینا پڑے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے عزائم رکھنے والوں کو اپنا سب سے بڑا محبّ قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''من أشد أمتي إليّ حبا، ناس يكونون بعدى، يود أحدهم لو رآني، بأهله وماله''(۱) میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کی خواہش یہ ہوگی کہ کاش وہ مجھے دیکھ لیتے خواہ اس کے لئے انہیں اہل وعیال اور مال ومنال کی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔

جو شخص بھی اس تمنا اور جذبے کے ساتھ زندگی گزارے گا اور اس کے لئے اپنی تمام تر کاوشوں کو صرف کرے گا انشاء اللہ قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہی نہیں بلکہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے حوض کوثر کا جام بھی نوش کرے گا، اللهم اجعلنا منهم۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین سے محبت کرنا:

اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے کی چوتھی علامت یہ ہے کہ ان لوگوں سے بھی محبت کی جائے جن سے سرور کائنات محبت کرتے تھے، یعنی آپ ﷺ کے اہل وعیال اور آپ کے صحابہ و متبعین، کیونکہ ایک سچا دوست ایک مخلص محبّ اپنے محبوب کے اعزہ واقارب اور اس کے اصدقاء سے بھی محبت کرتا ہے، چانچہ اہل بیت کی تکریم اور ان سے تعلق محبت قائم کرنے پر ابھارتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''أذكركم الله فى أهل بيتى أذكر كم الله فى أهل بيتى''(۲) میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں اپنے گھرانے کی بابت تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں، یعنی لوگو! میرے اہل بیت کے حقوق کی پاسداری کرنا ان سے محبت ومودت کا معاملہ کرنا کبھی ان کے حقوق کی پامالی نہ کرنا۔

اسی طرح اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من أحب الحسن والحسين فقد أحبنى ومن ابغضهما فقد أغضبنى''(۳) جس نے حسن وحسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان کو ناراض کیا اس نے مجھ

(۱) صحیح مسلم (۷۱۴۵)

(۲) مسلم (۶۲۲۵)

(۳) ابن ماجہ (۱۴۳) حسنہ الالبانی رحمہ اللہ

ناراض کیا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے واضح طور پر یہ اصول بتلا دیا کہ اہل بیت سے جو محبت کرتا ہے وہی مجھ سے محبت کرتا ہے اور اہل بیت سے محبت نہ کرنے والا میرا محبّ کبھی نہیں ہوسکتا، اور صحابہ کرام سے محبت کی وصیت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''لاتسبوا أصحابی (۱) میرے صحابہ کو گالی مت دو بلکہ میرے صحابہ کے ساتھ محبت سے پیش آؤ کیونکہ انہیں کے ذریعہ ہم تک اسلام پہونچا ہے اگر انہیں پر طعن شروع ہوجائے تو پوری شریعت اسلامیہ مطعون ہوجائے گی، ان احادیث نبویہ سے ان لوگوں کا دعویٰ محبت باطل ہوجاتا ہے جو نبی ﷺ سے تو محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس کے پس پردہ صحابہ کرام حتی کہ بعض اہل بیت پر بھی دشنام طرازی کرتے ہوئے سب وشتم کے تیروں کی بارش کرتے ہیں۔

یہ کچھ علامات ہیں جن کے ذریعہ نبی ﷺ سے محبت کرنے والوں کے دعوؤں کی صداقت وعدم صداقت کو آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور ان لوگوں کی حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے جو اپنے کو ''عشاق رسول'' کہتے ہیں لیکن طرح طرح کی خرافات وبدعات میں پھنسے رہتے ہیں انہیں نبی ﷺ کا یہ قول یاد نہیں کہ: ''ألا وإنه سيجاء برجال من أمتى فيؤخذبهم ذات الشمال فأقول:يارب أصحابى ،فيقال،إنك لاتدرى ماأحد ثوابعدك ....فيقال إنهم لن يزالوا مرتدين على أعقابهم منذفارقتهم (۲)

سنو! قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے انہیں بائیں طرف پکڑ لیا جائے گا، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں چنانچہ آپ کو کہا جائے گا، اے پیغمبر! آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کی تھیں پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے، یہ لوگ (دین اسلام سے) پھر گئے تھے۔

اللہ رب العالمین ہمیں اپنے رسول کا سچا محبّ بنائے اور ان کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے نیز ساتھ ہی ساتھ بدعات وخرافات سے دور رکھے آمین۔

☆☆☆

(۱) صحیح بخاری (۳۶۷۳)
(۲) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، وصحیح مسلم کتاب الجنۃ۔

اخبار جامعہ

بروز جمعرات بتاریخ ۲۷/۱۰/۲۰۱۱ء کو جامعہ سلفیہ بنارس میں طلبہ کی انجمن ''ندوۃ الطلبہ'' کے زیر اہتمام صدر جامعہ فضیلۃ الدکتور جاوید اعظم عبد العظیم کی صدارت میں ایک خصوصی پروگرام کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں بطور مہمان خصوصی مولانا عبد الباطن نعمانی صاحب نے شرکت فرمائی۔

پروگرام کے آغاز میں تلاوت ونعت کے بعد طلبہ نے ''حب وطن اور اسلام'' نیز ''خدمت وطن اور مسلمانان ہند'' کے موضوع پر تقریر کی۔

اس کے بعد شہر بنارس کی ایک ہر دل عزیز شخصیت اور مسلمانان بنارس کے باوقار نمائندہ، شاہی مسجد گیان واپی کے امام وخطیب مولانا عبد الباطن نعمانی صاحب نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے حب وطن کی شرعی حیثیت کو محمد عربی ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا نیز سلاطین ہند کی تاریخ وحالات حاضرہ کی روشنی میں مسلمانوں کی قومی خدمات کو اجاگر کیا اور ان کے اصل محبّ وطن ہونے کا ثبوت پیش کیا اور افسوس کرتے ہوئے کہا مسلمان سلاطین ہند کی عظیم خدمات کو تعصب پرست عناصر نے فراموش کرنے اور اس تابناک تاریخ کو مسخ کرنے کی ناکام سعی کی۔

موصوف نے علمائے کرام کی قومی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ آزادئ ہند کے سلسلے میں اگر ہمارے علمائے کرام کی مساعی شامل حال نہ ہوتیں تو یہ ملک آج بھی غلامی کے پنجۂ استبداد میں جکڑا ہوا سسکیاں لے رہا ہوتا۔

پھر موصوف نے بہت افسوس کے ساتھ مدارس اسلامیہ اور علماء کو دہشت گرد کہنے والوں کی عقل پر ماتم کیا، اس آزاد ملک میں بھی غلام ذہنیت کے حامل افراد موجود ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ تعصب اور سوتیلا پن کو ہی اصل قومیت سمجھتے ہیں۔

موصوف نے مزید گفتگو کرتے ہوئے بتلایا کہ دہشت گردوں کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں بلکہ قرآن نے تو ایسے لوگوں کو پھانسی دینے، قتل کرنے اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ دینے کا سخت حکم نافذ کیا ہے، اسی طرح طلبہ کو حالات حاضرہ سے آگاہ رہنے اور ان کا سامنا کرنے کے لیے منصوبہ بندی پر زور دیا۔

اس باوقار پروگرام میں ناظم اعلی مولانا عبد اللہ سعود سلفی صاحب، ناظم جامعہ رحمانیہ مولانا عبد اللہ زبیری صاحب اور اساتذہ نے بھی شرکت فرمائی۔ اخیر میں مہمان خصوصی اور اراکین جامعہ کے بدست مشترکین کو انعامات سے بھی نوازا گیا۔

(ادارہ)

اساتذہ کرام کی سفر حج سے واپسی

جامعہ سلفیہ بنارس کے دوموقر استاذ مولانا محمد مستقیم سلفی ومولانا اسعد اعظمی حفظہما اللہ بخیر وعافیت فریضۂ حج کی سعادت حاصل کرکے واپس تشریف لائے ،سعودی عرب کی حکومت رشیدہ کی طرف سے حجاج کرام کی ہرممکن سہولت اور دیار مقدس میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے عظیم الشان انتظامات کی دونوں اساتذہ نے خوب تعریف کی ہے۔ (ادارہ)

جامعہ سلفیہ میں ششماہی امتحان

رواں تعلیمی سال ۲۰۱۱ء کا ششماہی امتحان مورخہ ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۱ء بروز سنیچر سے شروع ہوکر ۲۹ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو ختم ہوگا، امتحان کی تیاری کے لیے اسباق ۱۰ر دسمبر ۲۰۱۱ء سے بند کردیے جائیں گے ، امتحان کے بعد دوبارہ تعلیم کا آغاز ۱۰ر جنوری ۲۰۱۲ء بروز منگل ہوگا ، ان شاءاللہ۔ (ادارہ)

لجنۃ الثقافۃ کی علمی سرگرمیاں

الحمدللہ جامعہ سلفیہ کے لیکچر ہال میں بروز جمعرات بتاریخ ۲۰/۱۰/۲۰۱۱ء کو بعد نماز عشاء ''لجنۃ الثقافۃ'' کی تیسری نشست کا انعقاد عمل میں آیا ،جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ عبدالرحیم صاحب ریاضی نے فرمائی ، مہمان خصوصی ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی لیکچرر شعبہ اردو بنارس ہندو یونیورسٹی تھے۔

طلبہ کے پروگرام کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے تشکر کے کلمات کے بعد علم کی اہمیت پر گفتگو فرمائی ، طلبہ کو زیور علم سے آراستہ ہونے کی تاکید کی ، اور اس علم سے اپنی ذات اور پورے معاشرے کو فیض پہونچانے کی نصیحت کی ، نیز موجودہ دور میں علوم دینیہ کے ساتھ عصری علوم کی اہمیت پر روشنی ڈالی ، آپ نے مسلم سماج کے تئیں علماء کرام کی ذمہ داری خصوصاً ان کی صالح قیادت کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔

مہمان گرامی کے خطاب کے بعد صدر محترم نے بھی طلباء کو خطاب کیا ، اس کے بعد لجنۃ میں حصہ لینے والے تمام مشترکین کو انعامات سے بھی نوازا گیا ، جامعہ سلفیہ بنارس نے مہمان گرامی کی خدمت میں گراں قدر تحفہ پیش کیا۔ فجزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء۔

فرحان عبدالمجید/ف ا

ناظم ندوۃ الطلبہ (جامعہ سلفیہ بنارس)

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

☆ سعودی ولی عہد شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز کی وفات:

سعودی عرب کی خبر رساں ایجنسی نے اعلان کیا ہے کہ ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز مورخہ ۲۲؍اکتوبر بروز ہفتہ امریکہ کے ایک ہسپتال میں دار بقا کو رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز نیویارک کے اسپتال میں زیر علاج تھے، ان کو سرطان کا مرض تھا، ۱۹۳۰ء میں پیدا ہونے والے سلطان کی عمر ۸۰؍برس تھی۔ (ہندوستان ٹائمز لکھنؤ ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۱ء)

☆ شہزادہ نایف سعودی عرب کے ولی عہد مقرر:

سعودی عرب کے فرماں روا شاہ عبداللہ نے وزیر داخلہ شہزادہ نایف کو نیا ولی عہد مقرر کرلیا ہے۔ سرکاری ٹیلی ویژن پر جاری کئے گئے شاہی بیان میں کہا گیا ہے کہ ''ہم نے شہزادہ نایف بن عبدالعزیز کو ولی عہد منتخب کیا ہے اور ان کی تقرری بیعت کونسل کے بعد عمل میں آئی ہے، جانشینی کے عمل کو سہل اور منضبط بنانے کے لیے شاہی مملکت نے ۲۰۰۶ء میں اس کونسل کا قیام عمل میں آیا تھا، یہ پہلی بار ہوا ہے کہ جانشینی سے متعلق سعودی عرب کے شاہ کے انتخاب کی توثیق کے لیے کونسل سے درخواست کی گئی ہے، یہ ایسا قدم ہے کہ جس کے بارے میں تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس سے جانشینی کے عمل کو منضبط بنانے میں مدد ملے گی۔ (دی ہندو نئی دہلی ۲۹؍اکتوبر ۲۰۱۱ء)

☆ اسرائیل اور حماس کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ:

فلسطینی مزاحمتی تنظیم حماس اور اسرائیل کے مابین قیدیوں کے تبادلے کا جو معاہدہ ہوا ہے اس کی بازگشت کافی عرصہ سے سنائی دے رہی تھی۔

واضح رہے کہ ۵؍سال قبل حماس کے ذریعہ گرفتار کئے گئے اسرائیلی فوجی گیلا دشالیت کو رہا کرانے کے لیے تل ابیب کو اپنی تمام تر فوجی قوت کے باوجود فلسطینی جنگجوؤں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے، اور بالآخر حماس اور اسرائیل کے درمیان ہونے والے قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے کے تحت آج گیلا دشالیت کو رہا کردیا، جس کے بدلے میں پہلی قسط کے طور پر اسرائیل نے ۴۷۷؍فلسطینی قیدیوں کو رہا کیا، رہا ہونے والے فلسطینیوں میں ۲۷؍خواتین بھی شامل ہیں، معاہدے کے تحت اسرائیل شالیت کے عوض میں مجموعی طور پر ۱۰۲۷؍فلسطینی قیدیوں کو رہا کرے گا۔ کہا جارہا ہے کہ اس معاہدہ سے فلسطینیوں کے موقف کی جیت ہوئی ہے۔ (روزنامہ انقلاب ممبئی از بنارس ۱۹؍اکتوبر ص۱)

☆ ترکی میں بھیانک زلزلہ:

ترکی کے شمالی علاقے میں آئے زبردست زلزلے میں ہزاروں افراد کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے، ہزاروں افراد لاپتہ بتائے جارہے ہیں، متعدد عمارتیں تباہ ہوگئیں، عمارتوں کے ملبہ سے لاشیں نکالنے کا کام جاری ہے، ملبوں سے اب تک ۲۷۰؍لاشیں نکالی جاچکی ہیں، ترکی کے وزیراعظم رجب طیب اردگان اس بحران سے نمٹنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں، انہوں نے سرکاری سطح پر زلزلہ متاثرین کے لیے ہنگامی امداد کا اعلان کردیا ہے، عالمی برادری بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔

(دی ٹائمز آف انڈیا، ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۱ء ص۹/ انقلاب ممبئی از بنارس ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۱ء) ☆

اُلفت رسُولؐ کی

نسیم بنارسی رحمہ اللہ

دل میں اگر کسی کے ہے اُلفت رسولؐ کی
لازم ہے ہر عمل میں اطاعت رسولؐ کی

روشن رہے گی اُس کی نظر میں صراطِ حق
جس کے عمل میں رہتی ہے سُنت رسولؐ کی

دستور زندگی کا ہے اللہ کا کلام
فرمان مصطفیٰؐ ہے شریعت رسولؐ کی

رسّی خدا کی تھام لو مل کر اے مومنو!
تفریق سے بچے گی جماعت رسولؐ کی

تقلید سے جہاں کو جو ملتی صراطِ حق
پڑتی نہ پھر کبھی بھی ضرورت رسولؐ کی

دنیامیں آج ساری ضلالت اسی سے ہے
تحقیق سے ہے دور جو اُمت رسولؐ کی

اقوالِ غیر پر ہے عمل جن کا رات دن
ملتی نہیں ہے ان کو ہدایت رسولؐ کی

قولِ امام چھوڑ دو ایمان ہے یہی
مِل جائے تم کو جب کبھی سُنت رسولؐ کی

قرآن اور حدیث پہ ہو جس کا ہر عمل
واللہ اس کو کہتے ہیں اُمت رسولؐ کی

جو اُن کے نقشِ پا کو بنائے گا رہ نما
حاصل اسی کو ہوگی شفاعت رسولؐ کی

سمجھائیں ہر کِسی کو حدیثِ رسولؐ پاک
عالم کو جب ملی ہے نیابت رسولؐ کی

اصحابِ مصطفیٰ کا عمل تھا حدیث پر
تسلیم دل سے کی تھی امامت رسولؐ کی

سارے امام کرتے تھے ہر آن ہر گھڑی
حکمِ خدا کے ساتھ اطاعت رسولؐ کی

اُن کا امام کون تھا کیا مصطفیٰ نہ تھے
تسلیم تھی سبھی کو نبوّت رسولؐ کی

لازم ہے ہم پہ آج ضلالت سے دور ہوں
اپنائیں ہر عمل میں طریقت رسولؐ کی

دُنیا میں عام ہم کریں فرمانِ مصطفیٰ
اللہ کی زمیں ہو خلافت رسولؐ کی

مظلوم کو بچالے جو ظالم کے ظلم سے
دیکھے نگاہِ شوق مروت رسولؐ کی

دل میں کسی یتیم کے احساسِ غم نہ ہو
جنّت میں پھر ملے گی معیّت رسولؐ کی

جلوت میں رہ کے عام کیا اپنا ہر عمل
پیشِ نظر جہاں کے ہے خلوت رسولؐ کی

اللہ کے رسولؐ سراجِ منیر تھے
ہے ظلمتوں سے دور شریعت رسولؐ کی

دل سے دُعا ہے آج خدا کی جناب میں
چھوٹے نہ اب نسیم سے سُنت رسولؐ کی

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال نمبر۱: ایک گائے میں کتنے آدمی شریک ہوسکتے ہیں کیا سات آدمی کا شریک ہونا یا سات حصے کرنا ضروری ہے یا پھر ایک گائے کا گوشت تین یا چار آدمی ملکر برابر تقسیم کرلیں گے کیونکہ بعض تین یا چار آدمی ملکر قربانی کا جانور خریدتے ہیں اور برابر کرکے گوشت تقسیم کرلیتے ہیں۔ مفصل ومدلل جواب دیکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

سوال نمبر۲: صوم عاشوراء کی کیا فضیلت ہے؟

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

جواب نمبر۱: جواب سے قبل درج ذیل نقطوں پر غور فرمائیں:۔

پہلی بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے''البقرۃ عن سبعة والجزور عن سبعة'' یا یوں فرمایا ''البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة فى الأضاحى''(صحیح الجامع الصغیر۱/۵۵۸ رقم الحدیث ۲۸۸۹،۲۸۹۰) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ گائے ہو یا اونٹ سات افراد کیطرف سے کفایت کریں گے، اگر سات افراد سے زیادہ ہوں تو نہیں، اگر اونٹ کی قربانی کی جارہی ہو تو اسمیں دس تک جائز ہے، اس بات پر حدیثیں موجود ہیں، ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حصوں کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سات افراد یا سات حصوں کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ محض سات افراد کے لیے کفایت کے طور ہے اگر سات سے کم افراد شریک ہوں تب بھی جائز ہے اسی طرح اگر سات حصے سے کم ہوں تب بھی جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی کرتا ہے تو بالاتفاق جائز ودرست ہے اور ایسی صورت میں حصوں کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اس کا تصور بھی نہیں ہوتا، یہ دونوں باتیں روز روشن کیطرح عیاں ہیں، اس میں کسی طرح کا غموض وخفا نہیں، اب رہ گئی بات کہ اگر ایک گائے میں ایک آدمی دو حصہ لیتا ہے اور ایک آدمی تین اور ایک تیسرا شخص دو حصہ لیتا ہے تو واضح بات ہے کہ اسمیں سات حصوں کا اعتبار کیا گیا ہے، اور یہ جائز ہے اور اس کے جواز میں کوئی شبہ بھی نہیں، لیکن اگر ایک گائے میں دو آدمی برابر شریک ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں ایک آدمی کیطرح حصوں کا اعتبار نہیں کیا جائیگا بلکہ ایسی صورت میں دونوں نصف نصف کے حق دار ہونگے یہ بھی واضح حقیقت ہے، لیکن اگر کوئی ایسی صورت میں حصوں کا اعتبار کرکے یہ کہے کہ ہر دو کو ساڑھے تین ساڑھے تین حصے ملے، تین حصے کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں لیکن نصف نصف حصہ کیسے جائز ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تبعا ہے اصالۃ نہیں، اور بہت سی چیزیں اصالۃ تو جائز نہیں ہوتیں لیکن تبعا جائز

ہوتی ہیں، جیسا کہ کسی نے ایک بکری کی قربانی کی اوراس سے کوئی زندہ بچہ نکل آیا تو اس کی بھی قربانی کردی جائیگی اسکی قربانی تبعا ہورہی نہ کی اصالۃ۔

سات سے کم افراد ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی کرسکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں، فقہاء ائمہ کرام میں بہت سے حضرات اسی بات کے قائل ہیں، ان میں بعض حضرات کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں:۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کتاب الأم ۴۵۶/۵ میں رقمطراز ہیں: ’’ولا تجزئ عن أكثر من سبعة، وإذا كانوا أقل من سبعة أجزأت عنهم وهم متطوعون بالفضل، كما تجزئ الجزور عمن لزمته شاة ويكون متطوعا بفضلها عن الشاة‘‘۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ’’المحلی ۳۸۱/۷ میں لکھتے ہیں: ’’قال سفيان الثورى والأوزاعى والشافعى وأحمد واسحاق وأبوثور وأبو سليمان: تجزئ البقرة أو الناقة عن سبعة فأقل أجنبيين وغير أجنبيين يشتركون فيها ولا تجزىء عن أكثر‘‘

وفی البنایہ فی شرح الھدایہ ۱۲۰/۹، ۱۲۳: وتجوز عن خمسة أو ستة أوثلاثة ذكره محمد فى الأصل (حيث قال: إذا ذبحت البقرة عن خمسة أو ستة أو ثلاثة هل تجزئيهم قال نعم) لأنه لما جاز عن السبعة فعمن دونهم أولى أي لأن ذبح الأضحية إذا جاز عن سبعة أنفس فما دونها بالطريق الأولى، وكان فائدة التقييد بالسبعة يمنع الزيادة والنقصان‘‘

ولو كانت البدنة بين إثنين نصفين تجوز فى الأصح لأنه لما جاز ثلاثة اسباع جاز نصف السبع تبعا، لأن ذلك النصف وإن لم يصر أضحية، لكنه صار قربة تبعا للأضحية، وكم من شئ ثبت ضمنا ولا يثبت قصدا وله نظائر كثيرة منها إذا ضحى شاة فخرج من بطنها جنين حى، فإنه يجب عليه أن يضحيها وإن لم تجزا ضحيه ابتداء....(كذا فى تكملة شرح فتح القدير ٩/٥٢٤، ٥٢٥)

ان تمام عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کسی گائے کی قربانی میں سات آدمی سے زیادہ شریک ہوں تو جائز نہیں، لیکن اگر اس سے کم شریک ہوں جیسے دو، تین، چار، پانچ اور چھ تو جائز ہے، کیونکہ سات افراد یا سات حصوں کی بات یہ اکثر کیلئے ہے، اقل کی کوئی حد شریعت میں موجود نہیں، قربانی کرنے والا اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کرے،

اب جواب ملاحظہ فرمائیں:

ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اس سے زائد نہیں، سات آدمیوں کا شریک ہونا یا سات حصوں کا لگانا ضروری نہیں بلکہ یہ اکثر تعداد کیلئے ہے اقل کی حد مکلّف پر چھوڑ دی گئی ہے، سات سے کم جتنے لوگوں نے ملکر قربانی کی ہے سب برابر گوشت تقسیم کرلیں، تقسیم لحم کا مسئلہ اہمیت کا حامل نہیں، تین یا چار یا اس سے کم دو آدمیوں نے ملکر قربانی کی ہو تو اسی اعتبار سے گوشت تقسیم کرلیں، اس میں کوئی مضائقہ وقباحت نہیں کما سبق و مرّ۔

جواب نمبر۲: صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ فرض روزوں کے علاوہ مختلف نفلی روزوں کی فضیلت بھی بہت سارے نصوص صحیحہ سے ثابت ہیں، مثلاً: عرفہ کا روزہ، ایام بیض کے روزے، شوال کے چھ روزے، عاشوراء کے روزے وغیرہ وغیرہ،

جہاں تک عاشوراء کے روزے کی فضیلت کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں واضح ہو کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یکفر السنة الماضیة‘‘ (صحیح مسلم/حدیث:۱۱۶۲) یعنی ’’پچھلے ایک سال کے گناہوں کو مٹادیتا ہے‘‘

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کچھ یوں ہے ’’أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم ،وافضل الصلاة بعد الفریضة صلاة اللیل‘‘ (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم حدیث:۱۱۳۶) رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے روزے ہیں جو کہ اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ’’ما رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یتحری صیام یوم فضله علی غیره إلا هذا الیوم یوم عاشوراء، وهذا الشهر یعنی شهر رمضان‘‘ (صحیح البخاری، الصوم، باب صیام عاشوراء، حدیث ۲۰۰۶، صحیح مسلم حدیث:۱۱۳۲) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی ایک دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت وفوقیت دیتے ہوئے اس کے روزے کا قصد کرتے ہوں سوائے یوم عاشوراء کے اور سوائے ماہ رمضان کے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ باقی دنوں میں سے یوم عاشوراء کے روزے کا جس قدر اہتمام فرماتے اتنا کسی اور دن کا اہتمام نہیں فرماتے تھے، آپ ﷺ کا اس دن کے روزے کا اہتمام جستجو اس دن اور اس کے روزے کی فضیلت پر دال ہے، آپ ﷺ جتنے دنوں تک مکہ مکرمہ میں رہے مسلسل اس دن کا روزہ رکھتے رہے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بھی اس دن کے روزہ کو اہتمام کے ساتھ رکھتے رہے اور اپنے

پیارے ساتھیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنھم) کواس روزہ کاحکم دیا کرتے تھے، یہ اس روزہ کی فضیلت واہمیت کی بین دلیل ہے، اس لئے خاص طور پر یوم عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ ضرور رکھنا چاہیئے ۔

لیکن یہ یادرہے کہ یہود بھی دس محرم کوروزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواہل کتاب کی مخالفت کرنے اور ان کی موافقت نہ کرنے کاحکم دیا گیا اور آپ کوصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اس دن یہود بھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مخالفت کی غرض سے فرمایا:''فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع ''یعنی جب آئندہ سال آیگا تو ان شاء اللہ ہم نومحرم کا روزہ بھی رکھیں گے،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے''(صحیح مسلم،کتاب الصیام،باب أی یوم باصیام فی عاشوراء،حدیث:۱۱۳۴)

معلوم ہوا کہ یوم عاشوراء کے روزے میں یہودیوں کی مخالفت کرنی چاہئے ،ان کی مخالفت اس طرح ہوگی کہ دس محرم کے روزے کے ساتھ ساتھ نومحرم کا روزہ بھی رکھا جائے جیسا کہ آپ ﷺ کا عزم وارادہ تھا،اوراسی کے قائل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''خالفوا اليهود،وصوموا التاسع والعاشر ''(مصنف عبدالرزاق حدیث:۷۸۳۹)سنن الکبری للبیہقی رج۴،ص:۲۸۷)یعنی یہود کی مخالفت کرواورنو اور دس محرم کا روزہ رکھو۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے نومحرم کا روزہ نہ رکھ سکا تو وہ یہود کی مخالفت کی غرض سے دس محرم کے ساتھ ساتھ گیارہ محرم کا روزہ بھی رکھ لےتو ان شاء اللہ اس سے بھی یہودیوں کی مخالفت ہوجائے گی ۔جیسا کہ بعض ضعیف رویات سے اس کی تائید ہوتی ہے ، ملاحظہ ہو (فقہ الحدیث ،فتاویٰ اسلامیہ ،زاد الخطیب ،احکام ومسائل ،زاد المعاد،ضعیف الجامع الصغیر حدیث:۳۵۰۶وغیرہ)

هذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب
ابوعفان نورالہدی عین الحق سلفی مالدہی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆